ماہنامہ

احیائے صوفیہ کا علمبردار

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر

جولائی ۱۹۹

شمارہ نمبر ۳۵ دسمبر ۱۹۹۷ء



قبلہ اول مسجد اقصیٰ یروشلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

M. Saleem Jan Balti

بانی ڈاکٹر غازی محمد نعیم

شمارہ نمبر ۳۵ | قیمت بارہ روپے | دسمبر ۱۹۹۷ء

مدیر و ناشر
ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر
ریکو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

خط، کتابت اور مضامین بھیجنے کا پتہ
مکان نمبر D-1021
سیٹلائٹ ٹاؤن
سید پور روڈ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور رجسٹری بھیجنے کا پتہ
فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 4
کینگری IV ، آئی ایٹ ون
اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد
سے چھپوا کر 358-A ، سیکٹر G-6/1-1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تفکر و تذکر

بیم و رجا

(گزشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

گزشتہ شمارے میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت دین میں امید اور خوف کی اہمیت کو احادیث نبوی کی روشنی میں اجاگر کیا گیا تھا

جدید سائنسی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ تمام انسانی سرگرمیوں کا بنیادی سبب یا تو اس کی جبلت (INSTINCT) ہے اور یا پھر جزا و سزا (REWARD AND PUNISHMENT) کا تجربہ ہے اس سلسلے میں سائنسدانوں نے بندروں کے اوپر دلچسپ تجربہ کیا۔ اس تجربے میں بندر کو پنجرے میں بند کیا گیا۔ ایک برقیرہ (ELECTRODE) اس کے دماغ کے ایک مخصوص حصے میں نصب کر دیا گیا اور اسے ایک تار سے جوڑا گیا تار کو ایک سلاخ (LEVER) سے اس طرح جوڑا گیا کہ سلاخ کو دبانے سے سرکٹ مکمل ہو جاتا اور دماغ میں برقی رو دوڑنے کے باعث وہ مخصوص حصہ متحرک ہو جاتا جس میں برقیرہ نصب تھا۔ برقیرے کو دماغ کے ایک مخصوص حصے میں جسے مرکز جزا کا نام دیا گیا، نصب کیا جاتا تو اس حصے کے متحرک ہو جانے سے بندر کو جزا کے تجربے کا احساس ہوتا تھا۔ یہ احساس اس قدر تسکین بخش اور فرحت بخش تھا کہ بندر اس تجربے سے بار بار گزرنے کی خاطر سلاخ کو بار بار دباتا تھا یہاں تک کہ ایک گھنٹے کے دوران وہ سلاخ کو ہزاروں بار دباتا تھا۔ جب اسے سلاخ کو دبانے اور اچھی غذا کے درمیان انتخاب کا موقع دیا گیا تو اس نے سلاخ کے دبانے کو لذیذ غذاؤں پر ترجیح دی۔

اسی تجربے میں جب برقیرے کو دماغ کے ایسے حصے میں نصب کیا گیا جو مرکز سزا کہلاتا ہے تو بندر سلاخ کے دباتے ہی ایک اندوہناک تجربے سے گزرا اور اس نے آئندہ سلاخ کو دبانے سے قطعی گریز کیا۔ جب سلاخ کو اس کی مرضی کے بغیر زبردستی دبایا گیا تو اس میں غیظ و غضب، خوف و دہشت، اور ناراضی کے آثار پیدا ہوئے۔ دیر تک سلاخ کو بار بار دبانے کی صورت میں جانور اس ناخوشگوار تجربے کی اندوہناکی کے باعث جلد ہی موت سے ہمکنار ہو جاتا تھا۔

دماغ کا جو مخصوص حصہ جزا و سزا کے تجربات کے ادراک کے لئے مخصوص ہے اسے لمبک سسٹم (LIMBIC SYSTEM) کا نام دیا گیا ہے۔ دماغ کا یہ مخصوص حصہ جذبات اور رویوں (BEHAVIOUR) کے تعین کا کام کرتا ہے۔ ارتقا یافتہ جانور اور علی ھذا القیاس اشرف المخلوقات انسان بھی انہی اعمال و افعال کی انجام دہی کی طرف سرعت سے راغب ہوتا ہے جس سے جزا یعنی انعام (REWARD) حاصل ہوتا ہے اور ایسے اعمال و افعال کی انجام دہی سے حتی الامکان گریز کرتا ہے جس سے سزا (PUNISHMENT) کا ناخوشگوار تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ خالق حقیقی نے انسانی فطرت کے اسی خاصے کو مدنظر رکھ کر انسانوں کو اعمال نیک و بد کی انجام دہی کے نتیجے میں انعام و سزا کی نوید سنائی ہے۔ ذہن انسانی کے لئے انعام کا مطلب مادی اور روحانی نعمتوں کا حصول ہے اور سزا کا مطلب دکھ مصیبت اور تکلیف ہے جو نعمت کی ضد ہے۔ لہذا حیات بعد الموت کے مابعد الطبیعاتی تصور میں نیکوکاروں اور گناہگاروں کے لئے دو الگ الگ ٹھکانوں کی خبر دی گئی ہے جنہیں جنت و دوزخ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جنت کی نعمتوں اور دوزخ کی مصیبتوں کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے یہاں ان کا اعادہ کرنے کا محل نہیں۔ انہی نعمتوں اور مصیبتوں کے بیان کے لئے انبیاء علیہم السلام کو انسانی معاشروں میں بھیجا گیا اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بشیر یعنی بشارت اور خوشخبری دینے والے اور نذیر یعنی ڈرانے والے کا منصب عطا کیا گیا۔ چنانچہ واضح ہوا کہ جزا و سزا کا نظام دین میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے جس کے بغیر انسانوں کو نیکیوں کی طرف راغب اور برائیوں سے متنفر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تمام انسانی اعمال خوف اور امید کی پیداوار ہوتے ہیں، یعنی سزا کا خوف اور جزا کی امید۔

تصور جزا و سزا اور تصور حیات بعد الموت کا ایک

مثبت پہلو بھی ہے جو انسانی زندگی کو بامقصد بناتا ہے اور انسان کو ابدی یاسیت کے اندوہ سے بچاتا ہے۔ حضرت انسان جس کا دل و دماغ خیالوں، خواہشوں اور خوابوں کی ایک عجیب دنیا ہے اپنی زندگی انہی خیالوں میں رنگ بھرنے، انہی خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے، انہی خواہشوں کی تسکین کی تگ و دو میں گزار دیتا ہے۔ اس عمل میں وہ طرح طرح کے محیر العقول عظیم کارنامے سرانجام دیتا ہے یوں اکثر انسانوں کی زندگیاں عظمت و سطوت کی ایسی داستانیں بن جاتی ہیں کہ ان پر نہ جملہ مخلوقات عالم رشک کر سکتے ہیں بلکہ خود خالق حقیقی کو بھی ناز ہو تو بے جا نہیں۔ لیکن اس قصے کا انجام نہایت تکلیف دہ اور رسوا کن ہے یعنی موت حیات انسانی کا نہایت ذلت آمیز انجام ہے۔ اور جب انسان اپنے اس انجام کی طرف نظر کرتا ہے جب روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد جسم کی حیثیت جمادات اور نباتات سے بھی بدتر ہو جاتی ہے اور اس کا ناز پروردہ مادی وجود خاک آلود ہو کر کیڑوں کی غذا بن جاتا ہے تو یک لخت اسے ایک عجیب خوف کے تجربے کا سامنا ہو جاتا ہے جسے خوف فنا کہتے ہیں۔ اس خوف کے رگ و پے میں سرایت کرتے ہی خوابوں اور آرزوؤں کے محل چشم زدن میں منہدم ہو جاتے ہیں اور آدمی ایک ناقابل بیان یاسیت اور قنوطیت کا اسیر ہو جاتا ہے۔

بے دین انسانی معاشروں میں خوف فنا کا یہ تصور عام ہے اور انسان کو بار بار اپنی بے وقعتی کا احساس دلاتا رہتا ہے اور اسی احساس سے نجات پانے کی خاطر ان معاشروں میں انسانوں کے ذہنوں میں دو طرح کے جذبات پرورش پاتے ہیں یعنی تمتع بالحیات کا جذبہ اور تسخیر فطرت و کائنات کا جذبہ کہ جس کے بل بوتے پر وہ ایک حد تک لافانی ہونے کی سند حاصل کر سکے۔ بلاشبہ ان دونوں جذبات کے مثبت اثرات بھی ہیں جو انسانی معاشرے کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور سائنسی ترقی کے ذمہ دار ہیں مگر منفی اثر یہ ہے کہ زندگی سے زیادہ سے زیادہ حظ اندوزی کی کوشش میں وہ ہر جائز و ناجائز ذریعے کے استعمال سے نہیں چوکتے اور طاقتور کمزور کے حقوق غصب کرنے کو بھی روا سمجھتے ہیں۔ الغرض سرمایہ دارانہ نظام کی جملہ قباحتیں زندگی سے ممکنہ حد تک حظ اندوز ہونے کی بے لگام انسانی خواہشوں کا نتیجہ ہیں۔

اسلامی معاشرے میں دنیا و آخرت دونوں زندگیوں کے لئے جزا و سزا کے ایک مخصوص نظام کا تعین کر کے انسانی جبلت اور خوف اور خواہش کے بنیادی جذبوں کی تہذیب کا سامان کیا گیا ہے۔ جہاں ایمان لانے اور اعمال صالح کرنے والے کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں نعمت اور نجات کی بشارت دی گئی ہے جب کہ کفر کرنے والوں اور گناہ اور ضلالت کے راستے پر چلنے والوں کو خسر الدنیا والآخرہ کا ڈر سنایا گیا ہے۔ یہ تصورات اسلام کے شرعی قوانین کو مضبوط نظریاتی اساس فراہم کرتے ہیں اور انہیں انسان کے جبلی تقاضوں سے ہم آہنگ بنا دیتے ہیں۔

اسلامی تصوف میں تو سزا اور جزا کا یہ نظام مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔ ایک صوفی کے لئے سب سے بڑا انعام قربت الٰہی ہے اور سب سے بڑی سزا اس کے لطف و کرم سے دوری ہے۔ جب رضائے الٰہی کو اپنا آدرش بنا کر صوفی اپنے مقاصد حیات کے تعین کا مرحلہ طے کرنے لگتا ہے تو معاشرتی امن و انصاف، اخوت و محبت، خدمت انسانی اور انسان دوستی وغیرہ خود بخود ایک ذیلی پیداوار کی صورت ظہور پذیر ہو جاتے ہیں اور یوں انسانی معاشرہ امن و انصاف کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اور وہ نظام حاصل ہوتا ہے جس تک نہ اشتراکیت کی پہنچ ہے اور نہ جدید جمہوری نظام اپنی انتہائی ترقی یافتہ شکل میں بھی پہنچنے کا اہل ہے کیونکہ انسان دوستی کا جذبہ بے لگام خواہشوں کی تہذیب، خدا دوستی اور مخلوق خدا کو خدا کا کنبہ تصور کرنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بندوں سے محبت کے نتیجے میں ہی پیدا ہو سکتی ہے نہ کہ خوف اور خواہش کے جذبوں کی تسکین کی بے لگام حیوانی کوشش سے۔

عین ممکن ہے کہ مستقبل کا انسان علم کے فروغ کے نتیجے میں ذہنی ارتقا کے نتیجے میں پھر اپنی اس کھوئی ہوئی منزل کا سراغ پالے جو آج سے چودہ سو سال قبل نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں متشکل ہوا اور جس کی عملی جھلک اسلام کے قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ کے صوفیا کی عملی زندگی میں نظر آتی ہے اور جو نجات انسانی کی آخری امید ہے اور انسانوں کے خوف اور خواہش کا آخری مداوا ہے۔

مثبت پہلو بھی ہے جو انسانی زندگی کو بامقصد بناتا ہے اور انسان کو ابدی یاسیت کے اندوہ سے بچاتا ہے۔ حضرت انسان جس کا دل ودماغ خیالوں، خواہشوں اور خوابوں کی ایک عجیب دنیا ہے اپنی زندگی انہی خیالوں میں رنگ بھرنے، انہی خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے، انہی خواہشوں کی تسکین کی تگ ودو میں گزار دیتا ہے۔ اس عمل میں وہ طرح طرح کے محیر العقول عظیم کارنامے سرانجام دیتا ہے یوں اکثر انسانوں کی زندگیاں عظمت و سطوت کی ایسی داستانیں بن جاتی ہیں کہ ان پر نہ جملہ مخلوقات عالم رشک کر سکتے ہیں بلکہ خود خالق حقیقی کو بھی ناز ہو تو بے جا نہیں۔ لیکن اس قصے کا انجام نہایت تکلیف دہ اور رسواکن ہے یعنی موت حیات انسانی کا نہایت ذلت آمیز انجام ہے۔ اور جب انسان اپنے اس انجام کی طرف نظر کرتا ہے جب روح کے جسم سے جدا ہونے کے بعد جسم کی حیثیت جمادات اور نباتات سے بھی بدتر ہو جاتی ہے اور اس کا نازپرور مادی وجود خاک آلود ہو کر کیڑوں کی غذا بن جاتا ہے تو یک لخت اسے ایک عجیب خوف کے تجربے کا سامنا ہو جاتا ہے جسے خوف فنا کہتے ہیں۔ اس خوف کے رگ وپے میں سرایت کرتے ہی خوابوں اور آرزوؤں کے محل چشم زدن میں منہدم ہو جاتے ہیں اور آدمی ایک ناقابل بیان یاسیت اور قنوطیت کا اسیر ہو جاتا ہے۔

بے دین انسانی معاشروں میں خوف فنا کا یہ تصور عام ہے اور انسان کو بار بار اپنی بے وقعتی کا احساس دلاتا رہتا ہے اور اسی احساس سے نجات پانے کی خاطر ان معاشروں میں انسانوں کے ذہنوں میں دو طرح کے جذبات پرورش پاتے ہیں یعنی تمتع بالملیات کا جذبہ اور تسخیر فطرت وکائنات کا جذبہ کہ جس کے بل بوتے پر وہ ایک حد تک لافانی ہونے کی سند حاصل کر سکے۔ بلاشبہ ان دونوں جذبات کے مثبت اثرات بھی ہیں جو انسانی معاشرے کی سیاسی، معاشی، معاشرتی اور سائنسی ترقی کے ذمہ دار ہیں مگر منفی اثر یہ ہے کہ زندگی سے زیادہ سے زیادہ حظ اندوزی کی کوشش میں وہ ہر جائز وناجائز ذریعے کے استعمال سے نہیں چوکتے اور طاقتور کمزور کے حقوق غصب کرنے کو بھی روا سمجھتے ہیں۔ الغرض سرمایہ دارانہ نظام کی جملہ قباحتیں زندگی سے ممکنہ حد تک حظ اندوز ہونے کی بے لگام انسانی خواہشوں کا نتیجہ ہیں۔ اسلامی معاشرے میں دنیا وآخرت دونوں زندگیوں کے لئے جزا وسزا کے ایک مخصوص نظام کا تعین کر کے انسانی جبلت اور خوف اور خواہش کے بنیادی جذبوں کی تہذیب کا سامان کیا گیا ہے۔ یہاں ایمان لانے اور اعمال صالح کرنے والے کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں نعمت اور نجات کی بشارت دی گئی ہے جب کہ کفر کرنے والوں اور گناہ اور ضلالت کے راستے پر چلنے والوں کو خسر الدنیا والآخرہ کا ڈر سنایا گیا ہے۔ یہ تصورات اسلام کے شرعی قوانین کو مضبوط نظریاتی اساس فراہم کرتے ہیں اور انہیں انسان کے جبلی تقاضوں سے ہم آہنگ بنا دیتے ہیں۔

اسلامی تصوف میں تو سزا اور جزا کا یہ نظام مزید نکھر کر سامنے آتا ہے۔ ایک صوفی کے لئے سب سے بڑا انعام قربت الٰہی ہے اور سب سے بڑی سزا اس کے لطف وکرم سے دوری ہے۔ جب رضائے الٰہی کو اپنا آدرش بنا کر صوفی اپنے مقاصد حیات کے تعین کا مرحلہ طے کرنے لگتا ہے تو معاشرتی امن وانصاف، اخوت ومحبت، خدمت انسانی اور انسان دوستی وغیرہ خود بخود ایک ذیلی پیداوار کی صورت ظہور پذیر ہو جاتے ہیں اور یوں انسانی معاشرہ امن وانصاف کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اور وہ نظام حاصل ہوتا ہے جس تک نہ اشتراکیت کی پہنچ ہے اور نہ جدید جمہوری نظام اپنی انتہائی ترقی یافتہ شکل میں بھی پہنچنے کا اہل ہے کیونکہ انسان دوستی کا جذبہ بے لگام خواہشوں کی تہذیب، خدا دوستی اور مخلوق خدا کو خدا کا کنبہ تصور کرنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بندوں سے محبت کے نتیجے میں ہی پیدا ہو سکتی ہے نہ کہ خوف اور خواہش کے جذبوں کی تسکین کی بے لگام حیوانی کوشش سے۔

عین ممکن ہے کہ مستقبل کا انسان علم کے فروغ کے نتیجے میں ذہنی ارتقا کے نتیجے میں پھر اپنی اس کھوئی ہوئی منزل کا سراغ پا لے جو آج سے چودہ سو سال قبل نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں متشکل ہوا اور جس کی عملی جھلک اسلام کے قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ کے صوفیا کی عملی زندگی میں نظر آتی ہے اور جو نجات انسانی کی آخری امید ہے اور انسانوں کے خوف اور خواہش کا آخری مداوا ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

و فی کل سواد من القری و البلدان و الانشام و ارباب الخیام ان لم یوذنوا اقط وجبت مقاتلتھم علی الامام حتی یفیئوا الی شعائر الاسلام و لا خفاء ان الاذان و الاقامۃ و الجماعۃ من الشعائر العظام فی الاسلام

ترجمہ

دیہاتوں، شہروں، صحرانشینوں اور خیمے والوں کی ہر ایک بستی میں اگر لوگ بالکل اذان نہ دیتے ہوں تو امام کے ذمے ان سے برسرِ پیکار ہونا واجب ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اسلام کی نشانیوں کی طرف لوٹ آئیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں کہ اذان، اقامت اور اجتماعی ادائیگی اسلام کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔

وضاحت

فقہ احوط کی مذکورہ بالا عبارتوں میں دو امور ذیل کو خوب اجاگر کیا گیا ہے۔

۱۔ شدید ترین وارننگ

۲۔ حیثیت اذان

تفصیلی وضاحت

۱۔ اگر اہل اسلام کی کسی بھی بستی میں وہاں کے مسلمان باشندے دوامی طور پر سو فیصد ترک اذان کے مرتکب پائے جاتے ہوں تو امام یا شیخ اسلامی حکومت کے حاکم اعلیٰ پر وجوباً یہ حکم عائد ہوتا ہے کہ وہ بحیلے "من رای منکم منکر الخ" والی حدیث کے مطابق اپنی ذمہ داری پوری کریں گے پھر دوامی طور پر ترک اذان کے مرتکب عناصر کے انکار کی صورت میں ان کے خلاف طاقت کا استعمال کرنا ضروری ہو جائے گا۔ اس سے اذان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہر مرد مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پنجگانہ اوقات نماز پر مسجد کو آباد رکھنے کیلئے اذان دینے کا اہتمام کرے تاکہ کوئی مسجد آواز اذان کو نہ ترسے۔

۲۔ اذان کی اسلام میں جو اہمیت ہے وہ کسی بھی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ عبارت بالا میں اذان کو اسلام کی بڑی بڑی نشانیوں میں گنا گیا ہے۔ چنانچہ اذان ہی پر مرتب ہونے والی اقامت اور اجتماعی ادائیگی بھی اذان سے بڑھ کر اہمیت کی حامل ہیں۔ اقامت میں تاکیدی پہلو منفرد کے حق میں زیادہ ہے۔ اجتماعی ادائیگی تو اذان دینے کا اصل ہدف ہے۔ اسی ہدف کو پانے کی خاطر لوگوں کو اذان کے ذریعے پکارا جاتا ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات کی طرف دوڑ پڑیں۔

ضروری وضاحت

مجموعہ شریعت محمدیہ کی گزشتہ قسط کے بارے میں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے فقہ احوط کے قدیم اور مستند قلمی نسخوں کے مطابق متن عربی کی وضاحت پیش کی ہے۔ اپنی طرف سے نہ کسی چیز کو گھٹایا ہے اور نہ بڑھایا ہے۔ وضاحت اصل متن کی جاتی ہے حواشی کی نہیں چنانچہ جو کچھ شاہ سید علیہ الرحمہ نے فقہ احوط کے اصل متن عربی میں بیان فرمایا ہے میں نے بھی اسی کی وضاحت پر اکتفا کیا ہے۔ خوب آگاہ رہے کہ فقہ احوط عربی اردو کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے لئے پیر نوربخشیہ الحاج جناب سید عون علی الموسوی مرحوم نے مفتی محمد عبداللہ صاحب کو قوم کا نمائندہ بنا کر اسلام آباد بھیجا تھا۔ اور ایک قدیم قلمی نسخہ فقہ احوط کو معیار بنایا تھا۔ اس کے بھی اصل متن عربی میں وہی متن اشتمالی ہے جو دوسرے ایڈیشن میں پیش

کی ہے (ملاحظہ کیجئے فقہ احوط عربی اردو تاہم حاشیہ کے طور پر ہمارے ہاں رائج کلمات اذان بھی درج کیا تھا جو بطور حاشیہ کتاب کے اندر ہی الگ صفحہ پر مندرج ہیں (ملاحظہ کیجئے فقہ احوط عربی اردو صفحہ ۳۰) ۔جملہ اہل نوربخشیہ اسی پر عمل پیرا ہیں ۔گویا اذان کی عملائیت اشتمالی میں ہم سب متفق العمل ہیں اور ہماری ہر ہر مسجد اور خانقاہ میں اسی متفق العمل ہیئت اشتمالی کے مطابق اذان کی گونج سنائی دیتی ہے ۔اس کے خلاف نہ میں نے کوئی لب کشائی کی ہے نہ کسی اور نے ۔بلکہ مؤذن کی عدم موجودگی میں میں بحیثیت امام مسجد و مؤذن خود بھی یہی اذان دیا کرتا ہوں جو کہ دعوات صوفیہ میں مندرج ہے ۔جملہ اہل نوربخشیہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ دعوات صوفیہ کا ترجمہ بھی میں نے ہی کیا ہے وہاں بھی حق تحقیق ادا کرتے ہوئے میں نے کلمات اذان کو من وعن اسی طرح پیش کیا جس طرح وہ مندرج تھے ۔اور جب مجموعہ شریعت محمدیہ فقہ الاحوط کی وضاحت کا مرحلہ آیا تو یہاں بھی میں نے قدیم اور مستند قلمی نسخوں کے مطابق متن عربی کو جوں کا توں رکھا اور اسے مسخ کرنے کی جرات نہیں کی ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تحقیقی اصول اور قاعدے کے مطابق محقق کو من وعن وہی چیز پیش کرنا ہوتی ہے جو اصل مصنف نے اپنی تصنیف میں لکھی ہو ۔اس میں محقق کی ذاتی پسند یا ناپسند کے اظہار کی کوئی گنجائش نہیں ہوا کرتی ہے ۔یہی بات انصاف اور دیانت داری کے تقاضوں کے مطابق ہے ۔اگر کوئی محقق اپنی ذاتی پسند ، ناپسند یا اعتقاد و عمل کی رائج الوقت صورتوں کے مطابق مصنف کی کتاب میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم و اضافہ کرے تو اہل انصاف کے نزدیک خیانت کار کہلائے گا ۔یہ قاعدہ کلیہ عام دنیوی علوم و فنون پر تصنیف و تالیف کی جانے والی کتب و رسائل پر کی جانے والی تحقیق کے ضمن میں بھی عام مروج ہے ۔جہاں بات خدا اور رسول کے فرامین اور احکام شرعیہ کے بیان کی ہو تو اس اصول پر نہایت سختی سے کاربند ہونا اور بھی لازمی ہو جاتا ہے ۔اگر کوئی محقق مصنف کی تصنیف کردہ کسی بات سے اختلاف کرتا ہو یا اس بات کی کوئی خصوصی دلیل یا توجیہ کرنا چاہتا ہو تو اہل علم کے ہاں اس کے اظہار کے دو طریقے رائج رہے ہیں ۔

(۱-) متن کو محفوظ رکھ کر کتاب کے حاشیے کے طور پر ذاتی رائے یا کسی عقیدے یا عمل کی رائج الوقت صورت کو درج کیا جائے ۔

یا (۲-) کسی الگ کتاب کی صورت میں اپنے ذاتی اعتقادات کو پیش کیا جائے ۔

اگر ان صورتوں کے علاوہ کوئی محقق اصل مصنف کی تصنیف میں کوئی تصرف کرے گا تو وہ محقق کہلانے کا سرے سے لائق نہیں ہے ۔خاص کر احکام شرعیہ اور فقہ اسلامی کی کتابوں میں کوئی ترمیم و اضافہ کرنے والا دوہرے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے ۔

اگر کوئی محقق تحقیق کے مذکورہ قاعدوں کو پس پشت ڈال کر کسی مصنف کی تصنیف میں دست اندازی کو روا سمجھتا ہو تو اس کے لئے لازم ہو گا کہ وہ محقق صاحب کتاب سے علمی طور پر لائق تر اور فائق تر ہو ۔جب کہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کے بارے میں جملہ اہل نوربخشیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کے بعد آپ سے زیادہ جامع کمالات ہستی سلسلۃ الذہب میں موجود نہیں ہے ۔چونکہ ہم غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ جو شہرہ آفاق تصنیف مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کے اصل مصنف ہیں ، سے علم ، عمل ، فقاہت اور روحانی مقام و مرتبے کے لحاظ سے اس طرح پست ہیں جس طرح خاک عالم پاک سے ،اس لئے کسی عالم دین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مصنف علیہ الرحمہ کی تصنیف کی اصل عبارت میں کسی قسم کی ترمیم و اضافہ کریں ۔خوب آگاہ رہے کہ معاملہ شریعت محمدیہ کے بیان کا ہے جس کے بارے میں صاحب کتاب نے ان اللہ امرنی ان ارفع الاختلاف من بین ھذہ الامۃ الخ فرما کر استناد کی آخری مہر ثابت فرمائی ہے اور کسی بھی دیانت دار محقق کو اس کتاب کی اصل عبارت تبدیل کرنے کی ہرگز ہرگز جرات نہیں ہو سکتی ۔اس بندہ عاصی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی تصنیف سے متصادم کوئی مسئلہ درج کر کے خسران ابدی کا سزاوار ٹھہرے ۔میری کیا بساط میرے پیشوا پیر طریقت و حقیقت حضرت میر مختار اخیار نے بھی جب سراج الاسلام کے نام سے فقہ شریف کی فارسی شرح تحریر فرمائی تو کلمات اذان کی اسی ہیئت

اشتمالی کو وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا جو الفقہ الاحوط کے اصل متن میں مندرج تھی اور اپنی طرف سے اس میں کسی ترمیم یا اضافے کو روا نہیں سمجھا۔ برائے ملاحظہ اہل علم و انصاف کتاب سراج الاسلام کے مستند قلمی نسخے سے متعلقہ صفحے کی فوٹو سٹیٹ کاپی نوائے صوفیہ میں شامل کر رہے ہیں۔ یہ معتبر نسخہ حضرت میر علی رضا کا کتابت کردہ ہے۔ یہاں بھی فاضل کاتب نے تحقیق کے مذکورہ اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع پر بحث کو حاشیے کے طور پر لکھا ہے اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کے متن عربی اور حضرت میر مختار اخیار کی فارسی شرح کو جوں کا توں رہنے دیا ہے۔ ہم نے بھی انہی صاحب کرامت بزرگوں کی تقلید کو اپنے لئے باعث افتخار جانتے ہوئے متن عربی کی تشریح کی ہے۔

یاد رہے کہ دین اسلام اور شریعت محمدیہ وہ کامل قانون ہے جس کے بارے میں اللہ جل شانہ نے خود الیوم اکملت لکم دینکم الخ فرما کر اس کے تاقیام قیامت کامل و کافی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ شریعت محمدیہ انسانوں کا بنایا ہوا کوئی دستور مملکت نہیں ہے جس میں وقتی ضروریات کے مطابق گیارہ یا چودہ ترمیمیں لائی جائیں۔ ایسا کرنا شرعاً اور قانوناً جرم ہے کوئی فرد یا گروہ اس کے باوجود منفی پروپیگنڈے کا راستہ اختیار کرے تو یہ قرین قیاس ہے کہ وہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی مجوزہ شریعت محمدیہ کما کان فی زمانہ الفقہ الاحوط سے مختلف نوعیت کی فقہ منظر عام پر لانے کا بہانہ تلاش کر رہا ہے۔ دین اسلام میں عدم استحکام پیدا کرنے کی خاطر گروہی سیاست کو فروغ دینا دین دوستی نہیں ہے اور نہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے محبت اور مودت کی علامت ہے۔

ہم نے اپنے اعتقاد و عمل کی کافی وضاحت کر دی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والوں میں سے نہیں ہیں جو پینترے بدل بدل کر سامنے آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی ترقی و استحکام اور اتحاد بین المسلمین کے فروغ کے لئے تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ ۔ صبر

منازل سلوک طے کرتے ہوئے کئی بار ایسے افعال و معاملات سامنے آتے ہیں جو محبوب حقیقی سے دور ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ بنی آدم کا ازلی دشمن گناہوں کو زیب و زینت دے کر راہ سلوک کے مسافروں کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے لیکن سالک راہ خدا مرشد زمانہ کی رہنمائی میں ان تمام ایمان کے لئے ضرر رساں معاملات کا مقابلہ صبر کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔

صبر علی المصیبۃ

مصیبت کی کئی صورتیں ہیں۔ سب مصیبتوں کو رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کرنے کا نام صبر علی المصیبۃ ہے۔

قرآن مجید میں صبر کا لفظ ستر سے زیادہ استعمال ہوا ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ صبر کے حقیقی معنی کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔

حقیقی صبر یہ ہے کہ آدمی خواہشات نفسانی چھوڑ دے جس طرح موت کے وقت مجبوراً انہیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ نفس کو محنت عبادت میں پابند کرے اور قدم کو بساط مجاہدات پر جمائے رکھے۔ محنت عبادت برداشت کرنا اور نفس کے مالوفات و محبوبات سے جدائی برداشت کرنا صبر ہے۔

برکتیں

محنت و مشقت اور مجاہدات کا تلخ گھونٹ پینے کے بعد سالک اپنی ہستی کو معدوم اور حق تعالیٰ کو موجود سمجھتا ہے اس غلبہ عشق و مستی میں وہ اسرار الٰہی کا مظہر بنتا ہے۔ یوں کبھی سالک کا دل انوار کا جائے نزول بنتا ہے اور کبھی وہ مقامات سلوک طے کرتے ہوئے اپنے محبوب سے جا ملتا ہے دوسرے لفظوں میں سالک فنافی اللہ کی منزل سے گزر کر بقا باللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

(جاری ہے)

دانکه [illegible] یعنی اذان اینست که بگوید اول الله اکبر [illegible] در اذان چهار

دیگر [illegible] باقی اذان جایز نیست [illegible] یعنی مکرر دو مرتبه یعنی زیاده از دو مرتبه گفتن باقی کلمات اذان جایز نیست

نخوانند و کلمات اقامت جایز [illegible] دو مرتبه [illegible] باقی کلمات مگر تهلیل آخر اقامت [illegible] لا اله الا الله

گفتن زیاده از یک مرتبه جایز نیست یعنی کلمات اقامت یکبار [illegible] جایز [illegible] قد قامت الصلاة

قد قامت الصلاة [illegible] دو مرتبه [illegible] ولا یجوز الاذان قبل دخول الوقت [illegible]

وان عاد بعد طلوع الصبح کان افضل و جایز نیست اذان گفتن [illegible] وقت نماز مگر [illegible]

صبح [illegible] اگر پیش از صبح [illegible] طلوع صبح [illegible] اعاده کند

بانگ [illegible] بعد از طلوع صبح [illegible] افضل [illegible] الترتیب [illegible]

در اذان و اقامه [illegible] ترتیب [illegible] اصل الاذان ترتیب [illegible]

اذان اینست که اول [illegible] الله اکبر [illegible] بعد از آن دو مرتبه اشهد ان لا اله الا الله

اشهد ان محمدا رسول الله دو مرتبه بعد از آن حی علی الصلاة دو مرتبه بعد از آن حی علی الفلاح

بعد از آن الله اکبر دو مرتبه بعد از آن لا اله الا الله دو مرتبه [illegible] ترتیب اقامت [illegible]

دو مرتبه [illegible] بعد از آن اشهد ان لا اله الا الله [illegible] اشهد ان محمدا رسول الله [illegible]

الصلاة یک مرتبه بعد از آن حی علی الفلاح یک مرتبه بعد از آن قد قامت الصلاة دو مرتبه بعد از آن الله

بعد از آن لا اله الا الله یک مرتبه [illegible] ترتیب [illegible] اذان و اقامت [illegible]

واجب [illegible] اذان و اقامت [illegible]

و [illegible] الصلاة خیر من النوم [illegible] الاذان [illegible]

الصبح [illegible] لا باس به [illegible] الصلاة خیر من النوم [illegible]

تحقیق و جستجو کا ذوق رکھنے والے اہل علم کتاب سراج الاسلام کتابت کردہ حضرت میر علی رضا صفحہ نمبر ۲۹ کا مطالعہ کرکے اپنے قلوب واذہان کی مزید تسلی اور تشفی فرما سکتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

اقبال اور اسلامی تصوف

ذاکر حسین ذاکر بی ایس سی (انجینئرنگ) ایم اے (فلسفہ)

اسلامی تصوف صوفیاء کی نظر میں

سادہ الفاظ میں اسلامی تصوف سے مراد وہ روحانی تحریک اور تعلیم ہے جو ماخذ اسلام یعنی قرآن و سنت کی روشنی میں دین کی باطنی روح کو سمجھنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور اس باطنی پہلو کے ذریعے معرفت الٰہی یا حقیقت مطلقہ کا ادراک اور عرفان حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں میں رائج ہوئی۔ اسلامی تصوف سے متعلق مستند ترین نظریات وہی ہوں گے جو بزرگان صوفیائے اسلام نے پیش کئے۔

واردات روحانی کی گوناگوں کیفیتوں یعنی احوال اور ریاضت کے مختلف طور طریقوں یعنی آداب کے پیش نظر اس تعلیم کے مختلف مدارج یعنی مقامات پر فائز ہونے کے اعتبار سے تمام صوفیاء نے اپنے اپنے مقام اور حال کے مطابق تصوف یا طریقت کی تعریف کی ہے۔

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب میں حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ "تصوف کی بناء آٹھ خصلتوں پر ہے جو آٹھ کا ہے۔ دوسرا فقہاء کا اور تیسرا صوفیاء کا پس یہی طبقات سہ گانہ اولوالعلم اور قائم بالقسط کہے جانے کے مستحق ہیں جو انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں۔ لیکن اس اشتراک کے بعد صوفیاء انواع عبادات، حقائق طاعات اور اخلاق جمیلہ سے جن درجات عالیہ اور منازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہیں وہاں تک علمائے ظاہری اور فقہاء اصحاب حدیث کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔ صوفیاء کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ ہی پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کا مطلوب و مقصود تمام تر اللہ ہی اللہ ہی ہوتا ہے اور ماسوا اور لایعنی مشغلوں سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔"

آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں صادقین و صادقات قانتین و قانتات، خاشعین، موقنین، مخلصین و محسنین، خائفین، راجین، متقین، مصطفین، مجتبین، عابدین، صابرین، راضین، متوکلین، ابرار، مقربین وغیرہ سے خطاب کیا ہے۔ یہ خطاب ایسے ہی لوگوں (صوفیاء) کے لئے ہے

ابوالقاسم قشیری نے فرمایا "تصوف کی ساری بنیاد اسی پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی کی جائے، حرام و مشتبہ چیزوں سے دست کشی کی جائے۔ ناجائز اوہام و خیالات سے حواس کو آلودہ نہ کیا جائے اور غفلتوں سے بچ کر اللہ کی یاد میں وقت گزارا جائے۔

حضرت معروف کرخی کے مطابق "حقائق کو گرفت میں لانا، دقائق پر گفتگو کرنا اور خلائق کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامید ہونا تصوف ہے۔

دور حاضر کا عظیم مسلم صوفی حضرت ابو انیس محمد برکت علی فرماتے ہیں۔

"ہر طریقت کا مدعا و مفہوم دنیا سے بے رغبت ہو کر دین کو بلند کرنا اور دل کو روشن کرنا ہوتا ہے۔"

"فقیر کی ہر شے اللہ کے لئے اور اللہ ہی کی ہوتی ہے اور فقیر کے ترکہ میں گدڑی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

"نفس کی مخالفت طریقت کا اولین مقام ہے۔"

صوفیائے اسلام کے علاوہ علمائے اسلام اور محققین نے بھی تصوف اسلامی کو فقر و تزکیہ نفس، عبادات و طاعات اور باطنی تربیت کی تحریک قرار دیا ہے۔

محمد عبدہ لکھتے ہیں "صوفیہ میں سے وہ عارف جو سلوک کی آخری منزل تک پہنچ گئے وہ انبیاء کے بعد انسانی کمال کے بلند ترین درجے پر فائز ہیں۔"

ابن خلدون اپنے مقدمہ میں یوں رقمطراز ہیں۔

"تصوف کا معنیٰ ہے عبادت پر ہمیشہ پابندی کرنا، اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا، دنیا کے زیب و زینت کی طرف سے روگردانی کرنا، لذت مال و جاہ جس کی طرف عام لوگ متوجہ ہیں

اس سے کنارہ کش ہونا، یہ طریقہ صحابہ کرام اور سلف صالحین میں عام مروج تھا۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں "طریق صوفیاء کے سلوک کا مقصد یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا یقین بڑھے۔ نیز احکام فقہی کے ادا میں آسانی ہو۔"

پیر محمد اکرم شاہ ترجمہ کشف المحجوب کے مقدمہ میں تصوف کے ایک اور اہم اور نازک پہلو کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "زاہد اور عابد زہد و عبادت کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ انہیں دوزخ سے نجات ملے اور جنت نعیم کی سرمدی مسرتیں انہیں نصیب ہوں۔ صوفی بھی دنیا کی زینتوں اور لذتوں سے دامن کش رہتا ہے اور ہمہ تن مصروف عبادت رہتا ہے لیکن کے پیش نظر کوئی خوف یا طمع نہیں ہوتا، وہ فقط اس لئے عبادت کرتا ہے کہ وہ اس کا محبوب اور مطلوب ہے اور ہر قسم کی عبادت و نیاز مندی کا مستحق ہے۔"

صوفیاء فرماتے ہیں کہ تصوف قرآن و سنت کی تعلیمات سے علیحدہ کوئی تعلیم نہیں بلکہ قرآن و سنت نبوی کی اصل روح پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ شریعت محمدیہ کی کماحقہ پیروی اور اعمال میں خلوص یا خضوع و خشوع پیدا کرنے کا نام تصوف ہے لہذا تعلیمات تصوف کا قرآن و سنت سے ثابت ہونا لازمی ہے اور جو تعلیمات دین اسلام کے ان دو ماخذوں سے نہ ہوں لغو اور بیہودہ ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

"میرا تصوف مقید بالکتاب والسنہ ہے۔ جو بات قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو وہ مردود ہے۔"

آپ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ہمارا علم کتاب و سنت میں مقید ہے پس جو کتاب و سنت سے الگ ہو اس کی پیروی نہ کی جائے۔ یہی وہ علم انسانی ہے جو مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے۔ یہ اس علم والے کو طریق عبودیت پر چلنے کے لئے سنوار دیتا ہے۔"

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اے بھائی اگر تم فقرا کے مراتب کا پتہ آج لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت پر نظر کرو۔ شریعت معیار ہے۔ اس کسوٹی پر فقیر کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔"

پیغمبروں کی اقتداء ہے اور سخاوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام رضا میں حضرت حضرت اسماعیلؑ، صبر میں حضرت ایوبؑ، اشارات میں حضرت زکریاؑ، غربت میں حضرت یحییٰؑ، صوف پوشی میں حضرت موسیٰؑ، سیاحت میں حضرت عیسیٰؑ اور فقر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہے۔"

حضرت جنید بغدادیؒ ہی کے چند دیگر اقوال یوں ہیں۔

۱۔ "تصوف وہ صفت ہے جس میں بندہ کی اقامت کی گئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ صفت بندہ کی ہے یا حق کی۔ جواب دیا کہ حقیقتاً تو حق کی ہے مگر صورتاً بندہ کی۔"

۲۔ "تصوف یہ ہے کہ صوفی اس طرح خدا کی معیت میں زندگی گزارے کہ غیر اللہ سے اسے کوئی وابستگی نہ ہو۔"

۳۔ "تصوف ایک ایسی نعمت ہے جس میں بندہ قائم ہے۔"

حضرت امام محمد باقرؒ نے فرمایا "تصوف نیک خوئی و خوش اخلاقی ہے جو زیادہ نیک خو ہو وہ زیادہ صوفی ہوتا ہے۔"

ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہیں جن کی روحیں بشریت کی کثافت سے پاک اور آفت انسانی سے صاف ہوں، جو ہوا و ہوس سے آزاد ہوں اور صف اول میں اور درجہ اعلیٰ پر حق آرمیدہ اور از خلق رمیدہ ہوں۔"

"ہر اعلیٰ اور عمدہ خلق میں داخل ہونا اور ہر رذیل عادت سے باہر رہنا تصوف ہے۔"

"تصوف حریت، کرم، بے تکلفی اور سخاوت کا دوسرا نام ہے۔"

"مرتعشؒ نے فرمایا "تصوف نیک خلق کا نام ہے۔"

ابو علی قزوینیؒ فرماتے ہیں "تصوف اخلاق پسندیدہ کا نام ہے۔"

ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں "تصوف آزادی کا نام ہے اور آزادی ہوس کی قید سے ہوتی ہے۔"

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے کہ جب وہ گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان حقائق کی ترجمانی ہوتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء قطع علائق پر زبان حال سے شہادت دیتے ہیں۔"

(جاری ہے)

امام احمد غزالی

غلام حسن نور بخش فاضل عربی ۔ ایم ۔ اے

امام احمد غزالیؒ اور امام محمد غزالیؒ

حضرت شیخ احمد غزالی اور امام محمد غزالی دونوں سگے بھائی تھے ۔ حضرت امام محمد غزالی عمر میں بڑے تھے ۔ امام محمد غزالی تصوف کی ضخیم ترین کتابوں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، المنقذ من الضلال، حقیقت علم، حقیقت روح انسانی، اور الاسلام وغیرہ کے مصنف ہیں ۔ پہلے نظامیہ بغداد میں استاد تھے اور فتوے لکھ لکھ کر اسی کی آمد سے گزر بسر کرتے تھے پھر جذبہ حق کی بدولت نہ صرف تعلیم و تدریس سے منہ موڑ لیا بلکہ فتویٰ فروشی فلسفیانہ موشگافی اور دوسرے مشاغل کو خیرباد کہا اور فلسفہ اور علم کلام کی تردید میں المنقذ من الضلال لکھ کر دین بیزار فلاسفہ کا ناطقہ بند کر دیا ۔ آپ نے نہ صرف تاریخ و فلسفہ بلکہ دین اسلام کا رخ موڑ دیا ۔ اسلام مخالف، اباحت پسند اور فسق و فجور میں مشغول رہنے والے لوگوں کو رشد و ہدایت اور حق و صداقت کی راہ دکھائی ۔ آپ کے علمی دلائل نے اس زمانے کے فلسفیوں، منطقیوں اور کلامیوں کے فاسد نظریات کی بیخ کنی کر دی تھی ۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے امام غزالی کے افکار کی تردید میں کچھ کتابیں ضرور لکھیں لیکن امام صاحب کے آگے ان کے دلائل کی کوئی حقیقت نہیں تھی چنانچہ ان کے زمانے میں اسلام اور تصوف کو رونق اور نشاۃ نو حاصل ہوا وہاں دین اسلام کے متعلق طرح طرح کے خدشات اور شکوک و شبہات کے اظہار کا سلسلہ بند ہو گیا ۔ یہ سب امام غزالی کی کوششوں، تجربات اور علمی تبحر کی بدولت تھا اور امام صاحب کو یہ استعداد تصوف و عرفان سے حاصل ہوا تھا جس کا وہ اپنی کتابوں میں جابجا ذکر کرتے تھے اور گمراہی سے ہدایت کی طرف آمد قرار دیتے تھے ۔ امام صاحب کو تصوف سلسلہ ذہب کے شیخ طریقت اور اپنے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی سے حاصل ہوا جو حضرت ابوبکر نساج طوسی کے مرید تھے ۔

امام صاحب کے تصوف کی طرف متوجہ ہونے کے جو واقعات تاریخی کتابوں میں ملتے ہیں انہیں ذیل میں سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے ۔

۱ ۔ رسول اللہ کی ثالثی

ایک دفعہ امام غزالی اور احمد غزالی کے درمیان کسی بات پر تکرار ہوئی ۔ امام محمد غزالی نے اپنے بھائی سے کہا کہ اگر تم شریعت میں اتنی کوشش کرتے تو شاید بہت اچھے درویش بن جاتے ۔ احمد نے جواب دیا کہ اگر آپ بھی اتنا اہتمام راہ معرفت میں کرتے تو بڑے عقلمند اور حکیم ہوتے ۔ امام محمد غزالی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ میدان حقیقت میں سبقت مجھے حاصل ہے ۔ احمد نے جواب دیا یہ تو آپ کا خیال خام ہے اس قسم کے خیالات کی بازار معرفت میں کوئی حیثیت نہیں ۔ امام غزالی نے کہا کہ یہ دیکھنے کے لئے کہ ہم میں سے کون آگے ہے کسی کو منصف مقرر کرتے ہیں ۔ احمد نے جواب دیا تمام حکیموں اور منصفوں کے حاکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لہذا ہم انہیں منصف مقرر کرتے ہیں ۔ امام محمد غزالی نے کہا ہم نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سن سکتے ہیں ۔ شیخ احمد نے جواب دیا کہ جو حقیقت سے بے بہرہ ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز دیکھ نہیں سکتا اور نہ آپ کی بات سن سکتا ہے ۔ یہ سنتے ہی امام محمد کے دل میں آگ لگ گئی اور فرط غیرت سے دل جل گیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم مقرر کیا گیا اور رات کو دونوں اپنے اپنے خلوت خانوں میں بیٹھ گئے ۔ امام محمد غزالی نے بہت زیادہ گریہ و زاری کی اور عالم ذوق و شوق میں دامن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ کر بہت روئے ۔ اچانک رویا میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خادم کے ہمراہ دروازے سے اندر تشریف لا رہے ہیں ۔ آپ نے امام کو حقیقت آشنائی کی بشارت دی اور دوسرے ہاتھ میں ایک خوان تھا جس پر غلاف

چرھا ہوا تھا ایک کونے سے اسے سرکا کر اس میں سے کچھ خرما امام کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ امام اپنے حال میں واپس آئے تو وہ خرما اپنے ہاتھ میں موجود پائے۔ فوراً اٹھے اور شاداں و فرحاں احمد غزالی کی خدمت میں پہنچے اور فرطِ مسرت سے زور زور سے دق الباب کیا۔ شیخ نے اندر سے کہا کہ دو تین خرما کے ملنے پر اس قدر ناز کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ امام نے سوچا کہ تھا کہ اس رویا کے بارے میں شیخ کو کچھ علم نہیں ہے۔ جب یہ بات سنی تو حیران رہ گئے۔ دروازہ کھول کر اندر پہنچے تو شیخ سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ مجھ پر یہ لطف و کرم اور بندہ نوازی ہوئی ہے۔ شیخ نے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لطف و کرم سے جب تک سات مرتبہ مجھ سے نہ پوچھا خرما آپ کو عنایت نہیں فرمائے اگر اس کی تصدیق چاہتے ہیں تو الماری میں رکھے اس خوان کو دیکھو۔ آپ نے اٹھ کر دیکھا تو وہی سرپوش خوان تھا اور اس کے ایک کونے سے چند خرما کم تھے جو انہیں عنایت کئے گئے تھے۔ امام غزالی کو معلوم ہو گیا کہ دیدار کی سعادت آپ کی برکت اور فیض سے حاصل ہوئی ہے۔ اس واقعے کے بعد آپ (امام محمد غزالی) نے سلوک میں قدم رکھا۔

(مقدمہ سوانح ص ۵ و طرائق الحقائق جلد دوم ص ۷۹۸)

۲۔ اعتراف

ایک صوفی قزوین سے طوس آیا اور حجۃ الاسلام امام غزالی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے بھائی شیخ احمد کے بارے میں پوچھا۔ اس صوفی نے جو کچھ وہ جانتا تھا بتا دیا۔ پھر پوچھا کیا تمہارے پاس ان کا کلام بھی ہے۔ انہوں نے ایک جزو نکال کر آپ کو دکھایا۔ آپ نے دیکھنے کے بعد فرمایا "سبحان اللہ جس کو ہم طلب کرتے ہیں شیخ احمد اسے پا چکے ہیں۔"

نفحات الانس ص ۴۰۵

نماز بے حضور

ایک دن امام محمد غزالی نے اپنے بھائی سے شکایتاً کہا کہ مختلف گروہوں اور شہروں سے لوگ محض اس لئے یہاں آتے ہیں کہ میرے پیچھے دو رکعت نماز ادا کریں اور تم میرے بھائی اور میرے قریبی ہوتے ہوئے میرے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر آپ نماز کی امامت کریں اور نماز کو مکمل کرنے کی کوشش کریں تو میں آپ کی اقتدا میں نماز ادا کروں گا۔ جب ظہر کا وقت ہوا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو آپ بھی اپنے بھائی کی اقتدا میں نماز ادا کرنے لگے۔ نماز کے دوران نماز توڑ کر باہر نکل گئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھ لی۔ جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام محمد نے سرزنش کی تو آپ نے فرمایا میں نے اپنی شرط کے تحت عمل کیا تھا جب تک آپ نماز میں مشغول رہے میں نے اقتدا کی اور جب آپ اونٹ کو پانی پلانے چلے گئے تو میں بغیر امام کے نماز ادا نہ کر سکا۔ امام محمد پر رقت طاری ہوئی اور کہا سبحان اللہ خداوند را طائفہ از دوستان بودہ اند کہ جواسیس قلوب اند۔ میرے بھائی سچ کہتے ہیں کہ نماز کے دوران میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ اونٹ کو پانی دیا ہے یا نہیں دیا ہے۔ اور یہ بات (نور معرفت) سے میرے بھائی کو معلوم ہو گئی۔

(مقدمہ سوانح ص ۴ و طرائق الحقائق جلد دوم ص ۵۹۷)

۳۔ کشف الاحوال

تاریخی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک دفعہ امام غزالی کو ان کے معتقدین ایک مقررہ جگہ پر ڈھونڈ رہے تھے جہاں ملاقات کا وعدہ ہوا تھا، مگر امام وہاں موجود نہ تھے۔ یہ بڑا پرآشوب زمانہ تھا معتقدین سمجھے کہ آپ کو آپ کے دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور اس قسم کے خدشے ظاہر کرنے لگے۔ ایک شخص نے شیخ احمد غزالی سے بھائی کے متعلق پوچھا تو آپ نے کہا اخی فی الدم اس سے معتقدین اور بھی پریشان ہوئے۔ تلاش بسیار کے بعد ایک مسجد میں آپ کو موجود پایا اور آپ کے جسم پر خون کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ حیران ہو کر آپ سے تمام واقعہ سنا ڈالا۔ آپ نے کہا کہ احمد درست کہتے ہیں۔ کچھ دیر قبل میں خون استحاضہ کے بارے میں غور کر رہا تھا اور میں اتنا غرق تھا کہ مجھے اپنے وجود کا احساس تک نہ تھا۔

(نفحات الانس ص ۴۰۴، طرائق الحقائق جلد دوم ص ۵۹۷)

(جاری ہے)

صبر

رستم علی سلینگ

لغت کے اعتبار سے صبر کے معنی باندھ دینا، برداشت کرنا، روکنا اور ثابت قدم رہنا ہیں۔ جبکہ اصطلاح شریعت میں خالق حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ تمام مشکلات و مصائب برداشت کرنا ہے جو اسے روزمرہ زندگی میں درپیش آتے ہیں۔ جبکہ اہل تصوف طلب معشوق حقیقی میں ریاضت شاقہ اور مجاہدہ بجالانے، راہ سلوک میں رنج و غم اٹھانے اور راہ فقر و سلوک میں تمام مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا نام صبر قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ صبر کے بارے میں وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں "برے اعمال کا ترک کر دینا ایک ایسا عمل ہے جس کا ثمرہ ایک خاص کیفیت میں رونما ہوتا ہے اس ثمرے کا نام صبر ہے۔"

آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کا مطالعہ کیا جائے تو صبر کے مفہوم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ

۱۔ مصائب کے مقابلے میں صبر قوت برداشت کہلاتا ہے۔
۲۔ میدان جنگ میں صبر و استقامت شجاعت کہلاتا ہے۔
۳۔ فضول خرچی اور اسباب تعیش میں صبر کرنا زہد کہلاتا ہے۔
۴۔ خواہشات نفسانی کے خلاف صبر و تحمل کے ساتھ برسرپیکار رہنے کا نام عفت ہے۔

چنانچہ صاحب نجم الہدیٰ نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے صبر کی اقسام کو اس طرح بیان کیا ہے۔

صبر کی پہلی قسم

اول آں صبری کہ منقش ظاہر است
یعنی اول تلخ و شیریں آخر است

پہلا صبر یہ ہے کہ جس کی تعریف واضح ہے جو ابتدا میں کڑوا اور آخر میں میٹھا ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا صبر ہے جو نیکوکار، پرہیزگار اور خداشناس صابر ہیں۔ مالک و مختار بادشاہ ان صفات سے متصف لوگوں کو بشارت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

و بشر الصبرین الی بشر بالجنۃ و المغفرۃ یعنی اے پیارے نبی آپ صابروں کو بے حد لطف و کرم والے پروردگار کی طرف سے بہشت کا وعدہ دیں۔

صبر کی دوسری قسم

یہ ارباب کشف و شہود اور منازل عرفان کے طے کرنے والوں کا صبر ہے۔

دومین صبری کہ باشد از دو سر
خوشگوار و پر حلاوت چوں شکر

یہ دوسرا صبر ہے جو دونوں سرے سے شکر کی طرح پرلطف اور شیریں ہوتا ہے۔ محبوب عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ واصبر علی ما یقولون و سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا۔ (اے حبیب) آپ ان (لوگوں کی بدگوئیوں پر صبر کریں اور سورج کے نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کریں۔

اہل شریعت کے نزدیک صبر کی تین قسمیں ہیں۔

صبر علی الطاعۃ

یعنی عبادت و بندگی میں صبر کرنا، نماز پنجگانہ سنت و نوافل اور احکامات قرآنی پر لبیک کہتے ہوئے ذکر و فکر کو اپنے اپنے مخصوص اوقات میں بجالانا۔

صبر علی المعصیۃ

بقیہ ۱۰

(گزشتہ سے پیوستہ)

فضائل اہل بیت

شکور علی انور فاضل عربی - بی - اے - بی - ایڈ

اور ابو ریاح غلام ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ روئے زمین پر ایسے بندوں کو جانتا جو علی فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام سے افضل اور بہتر ہوں تو ضرور مجھ کو حکم دیتا کہ میں ان کو ہمراہ لے کر (نصاریٰ سے) مباہلہ کروں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ ان ہی چاروں کو کہ یہی چاروں تمام مخلوق سے افضل ہیں اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کروں پس میں ان کے سبب نصاریٰ پر غالب ہوا۔ (ترجمہ زاد العقبیٰ)

فضائل کی بنیاد

فلسفہ فضیلت کی بنیاد اس سے پہلے بھی بیان کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ بعض چیزیں بعض چیزوں سے اور بعض مخلوق دوسری مخلوق سے افضل کیوں ہیں اور بعض انسانوں کے باقی انسانوں سے زیادہ فضیلت یافتہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

کسی انسان کی باقی انسانوں پر ترجیح کی تین بنیادیں ہو سکتی ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ فضائل نفسانی

۲۔ فضائل جسمانی

۳۔ فضائل خارجی

فضائل نفسانی سے مراد وہ فضائل ہیں جن کا تعلق نفس ناطقہ انسانی سے ہوتا ہے جن کو اخلاق حسنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصل و اصول فضائل وہی ہیں انہی کی وجہ سے انسان رتبہ میں بھی سے درجہ ملکوتی حاصل کرتا ہے۔

فضائل جسمانی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جسم کا سڈول ہونا، اعضاء کا تناسب اور رنگ و روپ جسے حسن صورت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قوت بدن نیز ہنر و فن اس میں شامل ہیں۔

فضائل خارجی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کی روح سے ہوتا ہے اور نہ جسم سے بلکہ انسان کے جسم و جان سے الگ ایسے اسباب انسان کے لئے فراہم ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے ہم جنسوں سے افضل سمجھا جاتا ہے جیسے حسب و نسب کا کھرا پن، قرابت کا اچھا ہونا، اولاد صالح کا ہونا اور ازواج کا نیک ہونا وغیرہ۔

دوسرے انداز میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانی فضیلت کے تین معیار ہیں۔

۱۔ کمال

۲۔ جمال

۳۔ مآل

کمال سے مراد انسان کامل کے درجے پر پہنچنا ہے اور انسان کامل وہ ہے جس کی تمام انسانی قدریں اکٹھی بڑھیں اور ان میں سے کوئی ایسی نہ ہو جو نمو پذیر ہونے سے رہ جائے یعنی اس میں تمام اوصاف حمیدہ یکجا ہوں۔ عقل و ہوش، علم و حکمت، عفت و پاکیزگی، صبر و حلم، توکل و رضا، سخاوت و شجاعت، فقر و ریاضت، علم و عرفان، ذکر و فکر، شرم و حیا، محبت و وفا، صدق و صفا، رحم و کرم، عدل و انصاف، امانت و دیانت، شرافت و عظمت، عشق و ... عجز و انکساری، فتوت و مردانگی، شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے بحر ذخار سے لعل و جواہر اخذ کرنے والے کے فضل و کرامت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

جمال سے مراد وہ حسن و صورت ظاہری و شہادی ہے جس سے ظاہری دید متاثر ہوتی ہے اور دل و نگاہ میں اس کا مقام بن جاتا ہے اور دل و نگاہ میں مسرت و انبساط پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ حسن و خوبی بھی قابل احترام اور باعث فضیلت ہے۔

مآل انجام یا رجوع کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ انسان مآل کے اعتبار سے بھی فضیلت و احترام کا حامل بن سکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کی اصلیت حق سے حق کی طرف ہے یا شر سے شر کی طرف۔ اگر کوئی اول الذکر خصوصیت کا حامل ہو تو وہ فضیلت یافتہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی معاشرے میں اچھے اور نیک آثار نمودار ہونے لگتے ہیں۔ انسان دوستی، خدمت خلق اور حق کی ترویج اہل معاشرہ کا شیوہ بن جاتی ہے۔ کل شیئی

یرجع الی اصلہ کے مصداق روح کی ان مفید صلاحیتوں کا نومعرفت حق پر منتج ہوجاتا ہے جو روح القدس کی قوت سے ہوتا ہے۔ یہ روحانی قوت حق تعالیٰ کی پہچان کا ذریعہ ہے اور انسان کامل کے توسط سے مل سکتی ہے۔ یوں کسی عارف کامل سے تعلق جوڑنے والا دوسرے انسانوں سے افضل ٹھہرتا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ یعنی یہ ہمت اللہ کے فضل و کرم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔

اب ہم فضیلت کی انہی بنیادوں اور معیارات کی روشنی میں اصحاب اہل بیت علیہ السلام کے انفرادی فضائل کا مختصر سا بیان کرتے ہیں لیکن یاد رہے کہ ان فضائل کے کماحقہ بیان کے لئے طویل دفتر درکار ہیں جس کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔

فضائل مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ

لسان مصطفوی کی تاثیر اور اس کے عملی اظہار سے کلام الٰہی کا ظہور متحقق ہوا اور شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنوی اظہار زبان علیؑ کی وساطت سے ہوا۔ اس طرح علوم معانی مظہر علی ثابت ہوگئے یوں قرآن علیؑ کے ساتھ ہو گیا اور علیؑ قرآن کے ساتھ۔ یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون انحراف کر سکتا ہے جب کہ آقائے دو عالم نے فرما دیا ہو القرآن مع العلی و العلی مع القرآن

معلوم ہو گیا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت قرآن سے پیوستہ ہے اسی طرح علی ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہے چنانچہ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں ہوا ہے۔ انا و علی من نور واحد میں اور علی ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر علی علیہ السلام کا نفس رسولؐ سے جوڑ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واضح ہو جاتا ہے۔ علی منی و انا من العلی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ خلقت انا و علی من شجرۃ واحدۃ و الناس من اشجار مشتی میں اور علی ایک ہی درخت سے پیدا ہوئے اور باقی تمام آدمی مختلف درختوں سے ہیں

تو ان ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واضح ہو گیا کہ جو نسبت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے وہ جو کسی اور فرد بشر کی نہیں ہو سکتی۔ نسبت کی اس انفرادیت پر تمام اہل ایمان کو اتفاق ہے اور یہ میدان مباہلہ میں اعلان ہونے والے انفسنا کے قرآنی اعلان سے بھی حرف آخر کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔

فضائل فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

بضعہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام بھی میدان مباہلہ میں شریک تھیں اور آپ کا وجود بھی معاون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہو گیا تھا۔ ذات بتول کی ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت صرف بنت رسول ہونے کے شرف سے نہیں بلکہ نسبت نفس کے اعتبار سے بھی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی و من ابغضھا فقد ابغضنی۔ صواعق محرقہ میں طبرانی اور ابن ابی حاتم سے۔

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الفاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی من اذانی فقد اذا اللہ من اذی اللہ فقد کفر (مشکواۃ شریف) فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے ضرور مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے ضرور اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی وہ یقیناً کافر ہوا۔

کاروان مباہلہ میں نساءنا کی ذیل میں شامل خاتون خاتون جنت جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔

فضائل حسنین علیہم السلام

میدان مباہلہ میں ابناءنا کی ذیل میں کاروان حق و صداقت میں حضرات حسنین علیہم السلام شامل تھے جن کا نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خصوصی تعلق اور واسطہ صلبی تھا۔ چنانچہ حضرت حسین علیہ السلام کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ حسین منی و انا من الحسین حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے

فرمایا اے صحابہ علی کی متابعت تم پر واجب ہے کیوں کہ آفتاب اس کے دائیں طرف ہے اور ماہتاب بائیں طرف ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چاند اور سورج کیا ہیں ؟ فرمایا وہ حسن اور حسین ہیں اور ان کا باپ دنیا کی روشنی ہے اور ان کی ماں شب تاریک میں بدر کامل کی مانند ہے ۔

(مودت القربیٰ ص ۸۹)

دوسری جگہ آپ کا ارشاد ہے الحسن و الحسین سید الشباب اھل الجنۃ حسن اور حسین دونوں بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں ۔

(ایضاً ص ۹۱)

ترمذی شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسنؑ کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے تو ایک غلام نے دیکھ کر عرض کی نعم المرکب رکبت یعنی اے صاحبزادے تیری سواری کتنی اچھی ہے ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا و نعم الراکب سوار بھی تو اچھا ہے ۔

شواہد النبوۃ میں روایت آئی ہے کہ ایک دن حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے ۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف التفات فرماتے پھر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا ۔

حضرات حسنین علیہم السلام کی شان اقدس میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے لیکن اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس ذکر خیر کی برکت سے ہمارے گناہوں سے عفو و درگزر فرمائے اور ہمیں ان ذوات مقدسہ کے نقوش قدم پر چل کر دین و دنیا کی بھلائیوں سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

حوالہ جات

۱۔ تفہیم القرآن ج ۴ ص ۵۱
۲۔ تفسیر مظہری ج ۲ ص ۳۲۱
۳۔ سورہ آل عمران
۴۔ کنزالایمان
۵۔ مجمع البحرین
۶۔ ارجح المطالب
۷۔ تفسیر قادری
۸۔ سیرت النبی از شبلی نعمانی ج ۲
۹۔ تفسیر بیضاوی
۱۰۔ چودہ ستارے
۱۱۔ صواعق محرقہ
۱۲۔ فلاح المومنین
۱۳۔ صحیح مسلم و بخاری
۱۴۔ مشکوٰۃ شریف
۱۵۔ المودت القربیٰ از شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۔ کوکب دری
۱۷۔ مقدمہ ینابیع المودت
۱۸۔ السبعین فی فضائل امیر المومنین
۱۹۔ اشعۃ اللمعات
۲۰۔ مدارج النبوت
۲۱۔ مستدرک حاکم
۲۲۔ روضۃ الشہداء
۲۳۔ شمائل ترمذی
۲۴۔ سنن ترمذی شریف

بقیہ: قارئین کے خطوط

۳۲۔ نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں لیکن بد قسمتی ہے گزشتہ تین چار ماہ سے رسالے کی ترسیل منقطع ہو چکی ہے ۔ بد قسمتی سے ہم ایسے مشکل ترین علاقے میں تعینات ہیں کہ چندہ کی رقم بھی ارسال نہ کر سکے ۔ میں نے ایک مضمون فضائل ذکر کے عنوان سے بھیجا تھا نیز کئی خطوط بھی لکھے تھے مگر ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا ۔ میں اس رسالے کو بڑے شوق سے حرف بہ حرف پڑھتا ہوں اور اس کے ملتے ہی میرے دل کی تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور ہر نماز کے بعد اس جریدے کی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں ۔

حوالدار غلام حسن نوری

(آپ کے نیک جذبات کا شکریہ ۔ تمام خطوط بلاتفریق شائع کئے جاتے ہیں اور تمام قابل اشاعت مضامین بھی باری آنے پر شائع کئے جاتے ہیں ۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے انتظار کیجئے ۔)

۳۳۔ ہم نے اپنی مدد آپ کے تحت سندھ کے صوفی بزرگ سچل سرمست کے نام سے منسوب ایک لائبریری قائم کی ہے جس کے لئے آپ سے گزارش ہے کہ ماہنامہ نوائے صوفیہ کا اجرا کریں ۔

سندھی الطاف احمد

سچل سرمست لائبریری مورو سندھ

سلوۃ العاشقین و سکنۃ المشتاقین

تالیف ۔ شیخ علاؤالدولہ سمنانی

ترجمہ ۔ غلام حسن نور بخش ایم ۔ اے

افضل ترین ذکر

اور جان لو کہ ذکر نص قرآن و لذکر اللہ اکبر (العنکبوت ۴۵) اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے ۔ کے مطابق بزرگ ترین عبادتوں میں سے ہے ۔ (اسی طرح حدیث نبوی میں ابن عباسؓ سے یہ روایت آئی ہے ۔ ذکر اللہ اکبر من کل عبادۃ سواہ ذکر الٰہی اس کے سوا تمام عبادتوں سے بزرگ عبادت ہے ۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ سب سے افضل ذکر ہے ۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے حضور سے) سب سے بہترین کام اور افضل ترین عبادت طلب نہ کرے تو یقیناً اس نے راہ غلط اختیار کی ہے ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ترین عبادت معلوم کر لی اور حضرت عزت جل جلالہ سے یہ اجازت کہ ہر حال میں میرا ذکر کرتے رہو مل گئی تو چاہیئے کہ (بندہ) روز و شب لا الہ الا اللہ میں مشغول رہے ۔ روزن دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے اور زبان دل سے ہیبت و تعظیم کے ساتھ ذکر پڑھے ۔ یہاں تک کہ اس کے ساتوں اعضاء ذکر گوئی میں زبان دل کا ساتھ دے حتیٰ کہ بال و ناخن تک (اس عمل میں شریک ہو جائیں)

مراحل ذکر

ذکر کے دوران مشاہدات (یعنی عجیب واقعات کے دیکھنے خوشبوؤں کے سونگھنے اور اچھی آوازوں (کے سننے) کے عجیب حالات پیش آتے ہیں جن سے عقل مدہوش ہو جاتی ہے ۔ کبھی کبھی خوف و ہیبت کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے ۔ ان سے خوفزدہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ سب امتحان کی غرض سے ہوتے ہیں (ان میں سے) کسی بات کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے ۔ مذکورہ بالا آٹھوں شرائط کے ساتھ ذکر کی پابندی کی جائے

اور اس پر اس حد تک ثابت قدم رہا جائے کہ ذکر انسی ذکر قدسی میں بدل جائے ۔ یہ ایسی عبارتیں ہیں جو کسی بنی آدم کی عقل و فہم میں نہیں سما سکتیں اور ان کی حقیقت معلوم نہیں کی جا سکتی ۔

اگر کوئی ان معانی میں سے کچھ ظاہر کرے تو لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہے یا جھوٹ اور بیہودہ باتیں لوگوں کو بنا کر بیان کرتا ہے ۔ چنانچہ شیخ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ کے بارے میں حکایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ "میں خدا کو دیکھتا ہوں" تو لوگوں نے کہا کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے ۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن اگر ان کا ذکر کروں تو بات لمبی ہو جائے گی اور وقت وفا نہیں کرے گا ۔

(دوران ذکر) کبھی انبیاء علیہم السلام اور اولیائے قدس اللہ ارواحہم کی ارواح اور جنات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور ان سے امداد ملتی ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے ۔ مالا عین رات و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر (وہ ایسی نعمتیں پائیں گے) جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کان نے ان کے متعلق سنا ہو گا اور نہ کسی کے دل نے ان کے بارے میں سوچا ہو گا ۔ یہاں پر چاہیئے کہ اس نعمت کے شکرانے میں ہزاروں جان قربان کرے کیونکہ اس کو اسرار ملک اور حقائق ملکوت کا مشاہدہ ہوا ہے ۔ اس وقت اس کا وظیفہ یہ ہے کہ آیت کریمہ ففروا الی اللہ (الذاریات ۵۰) پس دوڑو اللہ کی طرف ۔ پڑھے اور تضرع و عاجزی اختیار کرے اور یہ دعا اللھم ثبت قلبی فی طلبک اے اللہ میرے دل کو تیری طلب میں ثابت قدم رکھ ۔ مانگے ۔ اس کے بعد اس کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ العزیز نے کہا ہے

دینیات

شعبان المعظم کے فضائل و برکات

مولانا محمد رضا ضیاء اسلام آباد

شعبان المعظم کا مہینہ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ اس مہینے سے پہلے رجب المرجب آتا ہے اور اس کے بعد رمضان المبارک، گویا یہ مہینہ کریم الطرفین ہے۔ شعبان کے لفظ میں پانچ حروف ہیں جن کے مرادات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شین سے شرف
۲۔ عین سے علو (بلندی)
۳۔ با سے بر (احسان)
۴۔ الف سے الفت
۵۔ نون سے نور

اس مہینے میں خداوند کریم کی طرف سے یہ سب شرف و بلندی، احسان والفت وانوار بندوں کو عطاہائے عظمیٰ کے طور پر عنایت ہوتے ہیں۔

امام الانبیاء شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے تلک شهر بین رجب و رمضان یغفر الناس فیه ط و فیه یرفع اعمال العبد الی الرب ط فاحب ان یرفع عملی و انا صائم ط

یہ شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ اور بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ پس میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ فضل شعبان علی الشهور کفضلی علی الانبیاء شعبان کی بزرگی دیگر مہینوں پر ایسی ہے جیسی میری بزرگی دیگر انبیاء پر۔ احادیث مذکورہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے جس کا سبب یہ تھا کہ اس مہینے میں بندوں کے اعمال خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں اور انسان کی اجل لکھی جاتی ہے۔

یوں تو شعبان کا پورا مہینہ بابرکت ہے لیکن خصوصی طور پر اس میں شب برات بے شمار رحمتوں، مغفرتوں اور برکتوں کی حامل ہونے کی وجہ سے شعبان کی جان کہلائی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ فیها یفرق کل امر حکیم ط اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ تفسیر جلالین میں اس آیت کریم کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ اس رات میں رزق اور اجل وغیرہ اور دیگر تمام حکمت والے کام آئندہ اسی رات تک اس پورے سال کے لئے بانٹ دیئے جاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اس (آئندہ) سال میں پیدا ہونے والے اور مرنے والے تمام افراد کی تقدیر اسی رات میں لکھی جاتی ہے۔ اور اسی رات میں تمام لوگوں کے اعمال (اللہ کے حضور) اٹھائے جاتے ہیں اور ان کا رزق اتارا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب کو اللہ تعالیٰ دنیا پر اپنی توجہ مبذول فرماتے ہیں اور مشرک و کینہ پرور کے علاوہ تمام گناہگاروں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس نورانی رات میں ذکر و عبادت اور دعاؤں میں مصروف ہو کر خصوصیت سے اس رات میں خداوندی رحمتوں کے نزول کا ارشاد فرمانا ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ بلکہ ایک دوسری حدیث میں حضرت ادم الاولیاء علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب پندرھویں شعبان کی رات آئے تو شب بیداری کر کے دن کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب آفتاب سے آسمان دنیا کی طرف نزول کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش مانگے اسے بخشش دوں؟ کوئی ہے جو مجھ سے روزی مانگے میں اسے روزی عنایت فرمادوں؟ کوئی مصیبت زدہ ہے جو مجھ سے عافیت مانگے میں اسے عافیت دے دوں؟ کوئی ایسا ہے؟ کوئی ویسا ہے؟ حتیٰ کہ صبح صادق ہو جاتی ہے۔

شعبان کی پندرھویں رات کو بعد از نماز عشاء سو رکعت نماز نفل پچاس سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص دس بار پڑھیں۔ اگر پوری رات

بقیہ صفحہ ۲۰

گزشتہ سے پیوستہ

بدن تمثیل

بلبلِ تصوف مولوی علی کوروی کی ایک تقریر

تدوین و ترجمہ م۔ ش کوروی

بدن تمثیل کے واقعات میں سے ایک اور واقعہ جس کی صحت پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے حضرت حوا کو جنت میں پیش آنے والا انوکھا واقعہ ہے۔ حضرت حوا جنہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پہلو سے تخلیق کیا گیا تھا صورت و سیرت میں انتہائی باکمال تھیں ایک دن ان کے جی میں یہ بات آئی کہ مجھ سے زیادہ خوبصورت چیز خدا نے کیا تخلیق کی ہوگی۔ یہ سوچ رہی تھیں اور سیرِ جنت میں مشغول تھیں کہ اچانک ایک لڑکی پر نظر پڑی جس کا حسن و جمال حضرت حوا سے دس گنا زیادہ تھا۔ حضرت حوا نے خجالت محسوس کی اور واپس آکر حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا میں نے خلد بریں میں ایک ایسی لڑکی دیکھی ہے جس کی صورت مجھ سے دس گنا زیادہ حسین و جمیل ہے اور جب کہ جنت میں میرے اور آپ کے سوا اور کوئی نہیں آخر یہ لڑکی کون ہے؟ حضرت حوا کو اپنی صورت و سیرت کی خوبیوں پر غرور پیدا ہوا اور اس غرور کو ختم کرنا منشائے الٰہی تھا اس لئے یہ صورت دکھائی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے مناجات کی اور اس لڑکی کے متعلق دریافت کیا۔ خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم یہ لڑکی پیغمبرِ آخرالزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی فاطمہ ہے۔ جس کی شکل و صورت اور سیرت و کردار کے برابر تمام کائنات میں کسی کو رسائی نہیں ہے۔ یہ بھی بدن تمثیل ہی کی ایک مثال ہے کیونکہ ابھی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا جسمِ اطہر بنا ہی نہیں تھا صرف روح تھی اور یہ روح عالمِ ارواح میں تمام روحوں کے ساتھ موجود تھی۔

بدن تمثیل کے موضوع پر کتبِ تصوف میں واضح بیانات ملتے ہیں۔ حضرت شاہ قاسم انور فرماتے ہیں۔

با ہمہ انبیاء آمدہ ای در خفا
ظاہر با مصطفیٰ شاہ سلام علیک

اربابِ تصوف کے بیان کے مطابق ایک مرشدِ کامل جس کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہو اپنے کسی مرید کو کوئی مشکل پیش آنے کی صورت میں یا گرفتارِ بلا ہونے کی صورت میں اس کی مدد کے لئے خود بدن تمثیل کے ساتھ اس کے پاس حاضر ہو سکتا ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے اور ایک بندہ مخلص کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے خدا تعالیٰ کا قائم کردہ نظام ہے۔

اس کی مثال شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش آنے والا وہ مشہور واقعہ ہے جو آج بھی زبان زد خلائق ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے جس کے دوران آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص حضرت پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک درود بھیجے تو اسے اس کے بدلے میں دس درود کا جواب ملتا ہے۔ اس وعظ کی مجلس میں بادشاہِ وقت بھی شریک تھا تعقل کی جولانی دکھاتے ہوئے معترض ہوا کہ بالامیر روئے زمین پر لاکھوں لوگ ایسے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ہر ایک کے ایک درود کا یک وقت دس بار جواب دیں۔ چونکہ بادشاہِ وقت سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے والا نہ تھا اور ہر بات کی عملی دلیل چاہتا تھا اس نے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں عملاً تمہیں سمجھاؤں گا کہ ایسا کیوں کر ممکن ہے۔ چنانچہ آپ نے سب لوگوں کے سامنے اعلان کیا کہ آج جو شخص بھی مجھے شام کے کھانے کی دعوت دے میں بادشاہِ وقت کے ساتھ اس کی دعوت میں شریک ہو جاؤں گا۔ چالیس مریدوں نے اس اعلان کے نتیجے میں آپ کو شام کے کھانے کی دعوت دی اور آپ نے چند شرائط کے ساتھ سب کی دعوت قبول فرمائی۔

مغرب کی نماز ختم ہوتے ہی ایک ضعیف العمر شخص آ پہنچا اور آپ اس کی دعوت سب سے پہلے قبول فرماتے ہوئے بادشاہ ...

کے ہمراہ اس کے ہاں تشریف لے گئے ۔ ماحضر تناول فرمایا اور ایک غزل برجستہ لکھ کر اس شخص کے حوالے کیا اور فرمایا کہ وہ یہ نشانی اپنے ہمراہ لے کر مسجد میں پہنچے ۔ جب آپ مسجد میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ تمام چالیس مرید جنہوں نے آپ کو دعوت دی تھی ایک غزل ہاتھ میں تھامے چلے آتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ انہی کے ہاں دعوت پر تشریف لائے تھے ۔ بادشاہ بھی جو اس سارے واقعے کا عینی شاہد تھا وہیں موجود تھا ۔ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو مجھ جیسا گنہگار امتی جب بیک وقت چالیس مریدوں کے ہاں پہنچ سکتا ہے تو سرور کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تمام اہل امت کے درود و سلام کا بیک وقت جواب دینا کیا مشکل ہے ۔ یہ بدن تمثیل کی ایک اور عجیب مثال ہے ۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ ایسے انسان کامل جو بدن تمثیل میں آنے کی اہلیت رکھتے ہوں ان سے خداوند عالم دنیا کو کبھی خالی نہیں کرتا ۔ اس سلسلے کی ایک حدیث عبداللہ ابن مسعود نے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان للہ فی الارض ثلاثۃ مائۃ شخص قلوبھم علی قلب آدم و لہ اربعون قلوبھم علی قلب جبریل و لہ ثلاثۃ قلوبھم علی قلب میکائیل و لہ قلب واحد علی قلب اسرافیل فاذا مات الواحد بدل اللہ مکانہ من الثلاثۃ و اذا مات الواحد من ثلاثۃ بدل اللہ مکانہ من الاربعۃ و اذا مات الواحد من الاربعۃ بدل اللہ مکانہ من السبعۃ و اذا مات الواحد من السبعۃ بدل اللہ من الاربعین و اذا مات الواحد من الاربعین بدل اللہ مکانہ من الثلاث مئۃ و اذا مات الواحد من الثلاث مئۃ بدل اللہ مکانہ من العامۃ بدفع اللہ بلاھم عن الدنیا برکتھم۔

ترجمہ ۔ اس روئے زمین پر اللہ کے واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے درجے میں تین سو اشخاص ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درجے میں چالیس، حضرت ابراہیم کے درجے میں سات، حضرت جبریل علیہ السلام کے درجے میں چار، حضرت میکائیل علیہ السلام کے درجے میں تین اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کے درجے میں ایک شخص ہے ۔ جب مقام اسرافیل کے درجے میں موجود شخص کا انتقال ہو جائے تو حضرت جبریل کے درجے میں موجود تین اشخاص میں سے ایک کو اس کی جگہ لایا جاتا ہے ۔ اور علیٰ ہذا القیاس جب اوپر کے درجے میں موجود کسی ایک شخص کا انتقال ہو جائے تو اس سے نچلے درجے کے ایک شخص سے اس کی جگہ پر کی جاتی ہے یہاں تک جب آخری درجہ کے تین سو اشخاص میں سے ایک فوت ہو جائے تو اس کی جگہ عام مؤمنین میں سے ایک کو شامل کیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان مقدس نفوس کی برکت سے دنیا سے بلاؤں کو دور فرمائے ۔

اسی معاملے میں ارشاد ہوا ہے لو لا الابرار لھلک الفجار یعنی اگر یہ نیک ہستیاں نہ ہوتیں تو فجار اور گنہگار کب کے ہلاک ہو چکے ہوتے ۔ یہ بزرگ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور حکام کو سنبھالے ہوئے ہیں اور ان کی باریکیوں کو جانتے ہیں اور حالات کے تناظر میں اعجاز، کرامت کشف، شہود اور فراست کا اظہار کر کے دین اسلام کو بچاتے ہیں اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری حقیقت بہت گہری ہے جس کو ملائک مقرب یا نبی مرسل کے بعد مؤمن ممتحن کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا ۔ مؤمن ممتحن وہ ہے جس کے دل کا امتحان لیا گیا ہو ۔ اسی مؤمن ممتحن کو خداوند عالم اپنے بندوں کی مصیبتیں دور کرنے کے لئے بدن تمثیل کے ساتھ بھیج دیتے ہیں ۔ ان ہستیوں کا وجود اس دنیا کے لئے عظیم نعمت خداوندی ہیں ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان پاک ہستیوں کا دامن تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

و آخر الدعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(یہ خطبہ بلبل تصوف نے ۱۸ اپریل ۱۹۸۴ء کو جامع مسجد نور بخشیہ سکردو میں ارشاد فرمایا ۔)

فضائل شعبان

جاگ کر نماز پڑھنے کی استطاعت نہ ہو تو چار رکعت نماز دو سلام کے ساتھ پڑھی جائے ہر رکعت میں سورہ اخلاص پچیس بار پڑھیں جماعت کی نیت یہ ہے اصلی صلوٰۃ لیلۃ البرات بالجماعۃ رکعتین قربۃ الی اللہ ۔ انفرادی نماز کی نیت یہ ہے ۔ اصلی صلوٰۃ لیلۃ البرات رکعتین قربۃ الی اللہ

اس مختصر نماز کی غایت یہ ہے کہ پوری نماز کی سعادت نہ پانے والے اس بابرکت رات کی سعادتوں سے یکسر محروم نہ رہ جائیں

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تدوین - جی - ایچ معروفی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کا ذکر پندرھویں پارے کے آغاز میں فرمایا۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا اہم واقعہ ہے جس میں رات کے تھوڑے سے حصے میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس پھر وہاں سے سات آسمانوں کی سیر کے علاوہ جنت و دوزخ کے مناظر دکھائے گئے اور دن چڑھنے سے قبل واپس تشریف لائے اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آتا ہے۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے کو شب کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ۔ لنریہ من آیتنا کہ ہم دکھائیں اسے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں انہ ھو السمیع البصیر یقیناً سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا تو صرف وہ (تبارک وتعالیٰ) ہے۔

اسی طرح اس سفر مبارک کا جو آسمانی حصہ ہے اس کا ذکر سورۃ النجم میں بھی وارد ہوا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسم اور روح کے ساتھ سفر معراج پر تشریف لے گئے۔ یہ ایک ایسا عظیم معجزہ ہے جسے سمجھنے کے لئے خاص گہرائیوں میں اترنے کی ضرورت نہیں بلکہ سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اتنے طویل وعریض سفر پر لے جانے والی ذات کون ہے "آپ فرماتے ہیں کہ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا کہ جبرائیل امین آئے اور مجھے معراج کی خوشخبری سنائی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراجعت پر وضو کا پانی ابھی بہہ رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے دروازے کی کنڈی ابھی ہل رہی تھی

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبری کے منصب پر سرفراز ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے اور ۵۲ سال کی عمر تھی۔ آپ حرم کعبہ میں سو رہے تھے کہ یکایک جبریلؑ نے آکر آپ کو جگایا۔ نیم خفتہ و بیدار حالت میں اٹھا کر آپ کو زمزم کے پاس لے گئے۔ سینہ چاک کیا، زمزم کے پانی سے دھویا پھر اسے علم اور بردباری اور دانائی اور ایمان ویقین سے بھر دیا۔ اس کے بعد آپ کی سواری کے لئے ایک جانور پیش کیا جس کا رنگ سفید اور قد خچر سے کچھ چھوٹا تھا۔ برق کی رفتار سے چلتا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام "براق" تھا۔

جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ چمکا۔ جبریلؑ نے تھپکی دے کر کہا دیکھ کیا کرتا ہے آج تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی شخصیت کا کوئی انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے۔ پھر آپ اس پر سوار ہوئے اور جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ چلے۔ پہلی منزل مدینہ کی تھی جہاں اتر کر آپ نے نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا اس جگہ آپ ہجرت کر کے آئیں گے۔ دوسری منزل طور سینا کی تھی جہاں خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوئے تھے۔ تیسری منزل بیت لحم کی تھی جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چوتھی منزل پر بیت المقدس تھا جہاں براق کا سفر ختم ہوا۔ بیت المقدس پہنچ کر آپ براق سے اتر گئے اور اسی مقام پر اسے باندھ دیا جہاں پہلے انبیاء اس کو باندھا کرتے تھے۔ ہیکل سلیمانی میں داخل ہوئے تو ان سب پیغمبروں کو موجود پایا جو ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے پہنچتے ہی نماز کے لئے صفیں بندھ گئیں۔ سب منتظر تھے کہ امامت کے لئے کون بڑھتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔

اس کے بعد سیڑھی آپ کے سامنے پیش کی گئی اور جبریل علیہ السلام اس کے ذریعے سے آپ کو آسمان کی طرف لے گئے۔ عربی زبان میں سیڑھی کو معراج کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے یہ سارا واقعہ معراج کے نام سے مشہور ہوا۔

پہلے آسمان پر پہنچے تو آپ کا تعارف انسانی ارواح کی ان بڑی بڑی شخصیتوں سے ہوا جو اس مرحلہ پر مقیم تھیں جہاں آپ

کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کے بعد تفصیلی مشاہدہ کا موقع دیا گیا اور آپ کو عالم مثال میں نیک اور بد انسانوں کا انجام دکھایا گیا اور داروغہ دوزخ سے بھی ملاقات کرائی گئی۔

اس مرحلہ سے گزر کر آپ دوسرے آسمان پر پہنچے یہاں کے اکابرین دو نوجوان سب سے ممتاز تھے تعارف پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

تیسرے آسمان پر آپ کا تعارف حضرت یوسف علیہ السلام سے کروایا گیا۔

چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپؐ سے ملے۔ ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔

پھر مزید ارتقاء شروع ہوا یہاں تک کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے جو پیش گاہ رب العزت اور عالم خلق کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقام پر آپ کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا۔

سدرۃ المنتہیٰ پر جبریل ٹھہر گئے اور آپؐ تنہا آگے بڑھے۔ ایک بلند ہموار سطح پر پہنچے تو بارگاہ جلال سامنے تھی۔ ہم کلامی کا شرف بخشا گیا اور جو باتیں ارشاد ہوئیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔
۲۔ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں تعلیم فرمائی گئیں۔
۳۔ شرک کے سوا دوسرے سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔
۴۔ ارشاد ہوا کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اس کے حق میں ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ مگر جو برائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جاتا اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔

بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر آپؐ نے امت کے لئے نمازوں کی تعداد کم کرنے کی گزارش درگاہ خداوندی میں کی جس کے نتیجے میں نمازوں کی تعداد پچاس سے کم ہو کر پانچ وقت کی مقرر ہوئی۔

واپسی کے سفر میں آپ اسی سیڑھی سے اتر کر بیت المقدس آئے یہاں پھر تمام پیغمبر موجود تھے۔ آپ نے ان کو نماز پڑھائی جو غالباً فجر کی نماز تھی۔ پھر براق پر سوار ہوئے اور مکہ معظمہ واپس تشریف لائے۔

ماہنامہ نوائے صوفیہ کے مستقل خریدار اور نمائندگان توجہ فرمائیں

۱۔ مستقل خریدار حضرات آئندہ خط و کتابت میں اور خصوصاً منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا مکمل پتہ اور خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔ خریداری نمبر نہ لکھنے کے باعث ریکارڈ کو چیک کرنا انتہائی طویل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ جن مستقل خریداروں کو دو رسالے موصول ہو رہے ہوں یا ان کا پتہ تبدیل ہوا ہو وہ ہمیں اس سے مطلع فرمائیں

۳۔ کچھ مستقل خریداروں کی جانب سے رسالہ نہ ملنے کی شکایت موصول ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ادارہ کی جانب سے ہر مستقل خریدار کو ہر ماہ رسالہ بھیجا جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو ڈاک کے متعلقہ حکام سے رجوع فرمائیں۔

۴۔ تمام مستقل خریداروں کے خریداری نمبر پتے کے ساتھ تحریر ہیں۔ اس نمبر کو ذہن نشین کر کے آئندہ خط و کتابت میں اسی کا حوالہ دیا جائے۔

۵۔ نمائندہ حضرات سے گزارش ہے کہ بقایا جات جمع کرتے وقت مستقل خریداروں سے ان کا خریداری نمبر پوچھ کر تحریر فرمائیں۔ ساتھ ہی نئے اور پرانے خریداروں کی الگ الگ فہرست ارسال فرمائیں۔

۶۔ نئے خریدار بننے کے خواہشمند منی آرڈر کوپن پر نئے خریدار ہونے کا تذکرہ کریں اور مکمل پتہ بھی تحریر فرمائیں۔

۷۔ جن مستقل خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے انہیں ریمائنڈر جاری کر دیا گیا ہے اگر کسی نے سالانہ چندہ پہلے ہی جمع کروا دیا ہے تو اس ریمائنڈر کو منسوخ سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں ہمارے نمائندے سے یا براہ راست ادارہ نوائے صوفیہ کو مطلع فرمائیں۔ یہاں بھی اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولئے۔

احوال و آثار شاہ ہمدان

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد کشمیر یونیورسٹی حضرت بل سری نگر کشمیر انڈیا

دین اسلام کے در شہوار ہونے کے علاوہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے ادب کے بھی مشہور یکہ تاز تھے ۔ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں آپ کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ایک سو ستر بتائی جاتی ہے ۔ ان میں اہل باطن کے علوم سے بحث ہے ۔ بعض تالیفات مختصر رسالوں کی صورت میں ہیں ۔ بعض مشائخ اور مشہور علمائے دین کی تالیفات کی شرحیں ہیں ۔ مختصر عرفانی رسالوں کی طرز تحریر حضرت امام قشیری کی طرز تحریر سے مشابہ ہے ۔ امام غزالی کی نصیحۃ الملوک اور کیمیائے سعادت سے متاثر ہو کر علوم عملی اور نظری پر آپ کی فارسی سادہ نثر میں ذخیرۃ الملوک نام کی کتاب بڑی معروف ہے جو سیاست مدن پر بھی ایک اہم کتاب مانی جاتی ہے ۔

فارسی تالیفات میں انہوں نے اپنے زمانے کے رائج سبک کو برتا ہے جس میں صوفیاء کے تتبع میں قرآن و احادیث اور دوسرے مشائخ کے ملفوظات سے درک مطالب کے لئے کام لیا ہے ۔ اگر چہ گاہ بگاہ زمانے کے سبک کے مطابق فنی نثر کے نمونے بھی آپ کے آثار میں موجود ہیں لیکن مجموعی طور پر آپ کی نثر میں امام غزالی کی فارسی نثر کی خصوصیات پائی جاتی ہیں ۔ کتاب ذخیرۃ الملوک کے ترجمے لاطینی، فرانسیسی، انگریزی، ترکی اور اردو میں ہو چکے ہیں ۔ اردو میں یہ ترجمہ منہج السلوک کے نام سے سال ۱۳۳۳ھ میں لاہور سے چھپا تھا ۔

عربی رسالوں میں اوراد فتحیہ فصاحت و بلاغت زبان کا ایک کارنامہ ہے ۔ یہ مختصر سا رسالہ جو خالص توحید الہیٰ سے مخصوص ہے اذکار و اوراد کا مجموعہ ہے ۔ جو اب بھی ساٹھ فیصدی کشمیری مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور ہر روز صبح اور عشاء کی نمازوں کے بعد مسجدوں میں باواز بلند پڑھا جاتا ہے ۔

چہل اسرار نام کا ایک عرفانی مجموعہ ہے جو آپ کی غزلیات پر مشتمل ہے ۔ یہ مجموعہ خالصتاً آپ کی عرفانی کیفیات کا آئینہ دار ہے جس میں وجود باری تعالیٰ اور دقیق عرفانی کا حالات کا اس شدت گداز اور صدق اخلاص سے بیان ہے کہ قاری پر بھی ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے ۔ شعری حسن و نزاکت بھی قائم رکھتے ہوئے خالص عرفانی مطالب اور عشق الہی کے رموز بیان کرنا اور غزلوں میں سلاست، دلنشینی، روانی اور آہنگ و موسیقیت کا بحال رکھنا بڑے فن کا کام ہے ۔ اس میں چند ایک ہی بلند پایہ صوفی شاعر مثلاً سنائی، عطار اور مولانا روم منفرد ہیں لیکن شاہ ہمدان کو جو شعر میں کبھی علی اور کبھی علائی تخلص کرتے ہیں، ان سے الگ نہیں کیا جا سکتا ۔

سال ۷۸۶ھ میں جب آپ اپنے آخری سفر پر کشمیر سے آج کے پاکستان کے ضلع ہزارہ میں پکھلی نام کی جگہ پر پہنچے تو یہ ذی قعد کا مہینہ تھا ۔ وہاں کے بادشاہ خضر شاہ کے التماس پر آپ وہاں رکے رہے ۔ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو اپنے ہمراہیوں سے الگ خلوت میں تشریف لے گئے کیونکہ طبیعت میں کچھ کمزوری محسوس ہوئی ۔ پانچ روز کے بعد ذی الحجہ کی چھٹی تاریخ کو دن میں کچھ نوش نہیں فرمایا اور شام کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے ساتھیوں کو بلا کر انہیں نصیحت اور وصیت کی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کلمات ادا فرما کر آپ انتقال فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ کے تابوت شریف کو وصیت کے مطابق ختلان لے جایا گیا ۔ ختلان موجودہ تاجکستان کے ایک علاقے کا نام ہے اس میں کولاب نامی ایک گاؤں ہے جہاں آپ نے پہلے ہی خانقاہ تعمیر کروائی تھی ۔ حسب وصیت آپ کو وہیں سپرد خاک کیا گیا ۔

جناب حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے جو سلسلہ نقشبندیہ کے موجد ہیں اور آپ کے معاصرین میں سے تھے آپ کی وفات پر فرمایا ۔

از بزم طرف بادہ گساران رفتند
وز قید جنون سلسلہ داران رفتند

کشمیر میں جہاں آپ تشریف فرما رہے ہیں ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر ہوئی جو خانقاہ معلی کے نام سے سیکڑوں سال سے پا بر جا ہے اور ہر روز عقیدت مند وہاں حاضری دے کر رحمت خداوندی سے اپنے دامن بھر کر چلے جاتے ہیں ۔ بقول حافظ

بر زمینی کہ نشان کف پای تو بود

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر۱۔ ختم قرآن پر ہدیہ وصول کرنا اور کھانا کھالینا درست ہے یا نہیں؟

سوال نمبر۲۔ نماز کی اجتماعی ادائیگی کے موقع پر سلام پھیر کر سنت کی نماز پڑھنے کے لئے اپنی جگہ سے آگے یا پیچھے ہٹ جانا کیسا ہے؟

سوال نمبر۳۔ مغرب اور عشاء کے وقتوں کے درمیان وقفہ کتنا ہے؟

سوال نمبر۴۔ محرم الحرام کی مجلس عزا میں زنجیر زنی کیسی ہے؟

سوال نمبر۵۔ نماز جمعہ کے اختتام پذیر ہوتے ہی فوراً نماز عصر کا پڑھنا پھر سنتوں کا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال نمبر۶۔ کسی نے نفل روزہ رکھا ہو اور اسے کھانے کی دعوت دی جائے تو کیا وہ زوال کے بعد بھی روزہ کھول سکتا ہے

سوال نمبر۷۔ نماز وتر کے بعد عام نوافل کی بجاآوری کیسی ہے؟

سوال نمبر۸۔ نماز وتر کے فوراً بعد صلوٰۃ النوم کا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال نمبر۹۔ تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بھولے سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے تو کیا ہوگا؟

سوال نمبر۱۰۔ نماز تہجد کی بجاآوری کا بہترین طریقہ کیا ہے

سوال نمبر۱۱۔ نماز اشراق کا آخری وقت کون سا ہے؟

سوال نمبر۱۲۔ خطبہ جمعہ میں حمد کتنی بار ہے؟

سائلین
غلام محمد بقدانگ انڈیا
سپاہی کریم وسپاہی حیدر حمزی گوند

جوابات

جواب نمبر۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
ختم قرآن کا اہتمام کرنے والا اپنی خوشی سے ہدیہ دے اور کھانا بھی کھلائے تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔ عدم جواز کی کوئی وجہ شرعاً نہیں۔

جواب نمبر۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
اجتماعی ادائیگی پر اختتام نماز کے بعد یوں ہی اپنی مرضی سے آگے پیچھے ہٹ کر سنت پڑھے تو کوئی بات نہیں۔ البتہ اگر سنت پڑھنے کے لئے آگے پیچھے ہٹنے کو شرعاً ضروری حکم سمجھ کر ایسا کرے تو درست نہیں ہے۔

جواب نمبر۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
غروب آفتاب سے مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور مغرب میں نمودار ہونے والے شفق کے چھپ جانے تک وقت مغرب ہے۔ شفق جب غائب ہو جائے تو عشا کا اول وقت شروع ہو جاتا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں سفید شفق نمودار ہوتا ہے اور

میدانی علاقوں میں سرخ شفق نمودار ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہ عمل صوفیہ نوربخشیہ کے نزدیک روا نہیں ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ شماروں میں آچکی ہے۔

جواب نمبر۵۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نماز جمعہ کے اختتام پذیر ہوتے ہی اگر عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہو تو ایسا کرنا درست ہے۔ اگر عصر کا وقت داخل نہ ہوتا ہو تو ایسا کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سنتوں کی بجاآوری سرے سے جائز نہیں ہے۔ البتہ نوافل کی بجاآوری مکروہ ہے۔ نماز قضا کی بجاآوری درست ہے۔

جواب نمبر۶۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نفل کا روزہ ہو تو کھانے کی دعوت دینے کی صورت میں دعوت کو قبول کرنا بہتر ہے۔ اس کے لئے زوال سے پہلے یا زوال کے بعد والی کوئی قید شرعاً ضروری نہیں۔

جواب نمبر۷۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نماز وتر کے بعد عام نوافل کی بجاآوری شرعاً درست ہے۔

جواب نمبر۸۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
اگر آپ نماز وتر پڑھ کر سو جاتے ہوں تو صلوٰۃ النوم کو وتر کے بعد پڑھ لیں ورنہ سو جاتے وقت صلوٰۃ النوم پڑھنا بہتر ہے۔

جواب نمبر۹۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
اگر تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ چکنے کے بعد کسی سورت کی قرات کی غرض سے آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لیا پھر یاد آگر کسی سورت کی قرات کئے بغیر رکوع کیا تو اس سے آپ کی نماز شرعاً باطل نہیں ہوگی۔ تاہم آپ کو سجدہ سہو پر عمل کرنا ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن ہی کا حصہ ہے لیکن اس کے پڑھنے کا محل یہ نہیں لہذا سجدہ سہو بجا لائیں۔ اسی طرح اگر آپ نے بھولے سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ کسی سورت کو بھی پڑھ لیا تو وہاں پر یہی حکم ہے کہ آپ سہو کے سجدے بجالائیں۔

جواب نمبر۱۰۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نماز تہجد سنت راتبہ ہے۔ یہ رات کو پڑھی جانے والی نماز ہے۔ پو پھٹتے ہی اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارے بزرگان دین کا یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ آدمی رات کو سو جائے پھر نیند سے بیدار ہو کر نماز تہجد کی بجاآوری کرے۔ اس کی قدر و قیمت ہے۔ اگر سونے سے پہلے تہجد پڑھ کر سو جائے تو اس کی قدر و قیمت نہیں اس طرح ہر کوئی آسانی سے تہجد گزار بن جاتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ آدمی خواب غفلت سے بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھے اور حقیقی معنوں میں تہجد گزار ٹھہرے۔

جواب نمبر۱۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
نماز اشراق کا آخری وقت چاشت کا وقت ہے کیونکہ چاشت کے وقت پر بھی نماز ضحٰی کے نام سے دو رکعت نفل مذکور ہے۔

جواب نمبر۱۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
خطبے کے پانچ ارکان اگر ہر ایک خطبے میں آجائیں تو بہتر ہے ورنہ دونوں خطبوں میں مجموعی طور پر پانچوں ارکان کا آجانا بھی کافی ہے۔ حمد باری تعالیٰ ہر خطبے کے آغاز میں آتی ہے لہذا حمد کا دو بار آنا واضح ہے۔

قارئین کے خطوط

۳۴۔ نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ نوائے صوفیہ نے لداخ کے نوربخشی مسلمانوں کے ساتھ رابطے کی صورت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے جس سے اہل نوربخشیہ میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا ہے۔

محمد حسین قادری کراچی

۳۵۔ نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں اور سالانہ چندہ بھی بھیج چکا ہوں۔ میں کام کے سلسلے میں لاہور آیا ہوں اس لئے آئندہ رسالہ لاہور کے پتہ پر بھیج دیں۔

اخوند غلام حسین لاہور

۳۶۔ نوائے صوفیہ پڑھ کر دل کو تسکین ملتی ہے۔ ہم غریب لوگ بلند پہاڑوں پر برفوں کے بیچ میں زندگی گزارنے والے ہیں رسالے کے ملنے سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

دنیائے تصوف کی خبریں

جی - ایچ - معروفی

قارئین سے اپیل

قارئین نوائے صوفیہ ہوشیار رہیں کہ اس رسالے کی مقبولیت سے بوکھلا کر ایک مراعات یافتہ طبقہ حسب عادت اس رسالہ کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حالانکہ نوائے صوفیہ ہی کی بدولت آج مسلک نوربخشیہ دنیا کے کونے کونے میں متعارف ہو رہا ہے مگر یہ لوگ اس سے خوش نہیں ہیں اور اپنے مخصوص مفادات کی خاطر نہ صرف اس رسالہ کے خلاف بلکہ اس کے مدیر ابو العرفان علامہ محمد بشیر صاحب جیسے عالم دین کے خلاف بھی جن کا اس مسلک پر بڑا احسان ہے، بلاجواز تنقید کر کے ملت میں عدم استحکام پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو قابل مذمت ہے۔ عوام کو اس قسم کی ڈس انفارمیشن پھیلانے والے عناصر سے نہ صرف ہوشیار رہنا چاہیے بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے کیونکہ یہ اتحاد بین المسلمین کی بجائے فرقہ وارانہ اور گروہی سیاست کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

عبداللہ خان چیرمین
صدر انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو



عبداللہ خان چیرمین صدر انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو بلتستان

تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس کے زیر اہتمام جلسہ

۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء کو تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس بلتستان کے دسویں یوم تاسیس کے موقع پر ایک پروقار جلسہ مرکزی سیکریٹریٹ صوفیہ بازار کریس میں زیر صدارت محمد رضا عابدی مرکزی صدر منعقد ہوا۔ جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر برادر محمد تقی حسین جلوہ افروز تھے۔ جلسے کی کارروائی قاری محمد حسین کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی روزی علی شیری نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ جس کے بعد طلبا اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ مقررین نے اپنی تقریروں میں مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنے اندر موجود فروعی اختلافات کو ختم کر کے اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں۔ مقررین نے پاکستان کی گولڈن جوبلی کی مناسبت سے تحریک پاکستان کے مختلف پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی۔ تنظیم کے سکریٹری مالیات غلام عباس گلزار نے تنظیم کی دس سالہ کارکردگی رپورٹ پیش کی۔ اور کہا کہ تنظیم نے ضرورت مند طلبا کو درسی کتب اور تعلیمی وظائف اور قرضہ حسنہ کی مد میں رقوم فراہم کی ہیں۔ مہمان خصوصی نے طلبا پر زور دیا کہ وہ اپنی توجہ حصول تعلیم پر مرکوز رکھیں۔ صدر جلسہ نے شرکا کا شکریہ ادا کیا جلسہ اسلام اور پاکستان کی سلامتی اور استحکام کی دعاؤں کے ساتھ ختم ہوا۔

ہم قارئین نوائے صوفیہ سے معذرت خواہ ہیں کہ کمپیوٹر کے نظام میں خرابی کے باعث نومبر ۱۹۹۷ء کا شمارہ آپ تک نہیں پہنچ سکا۔

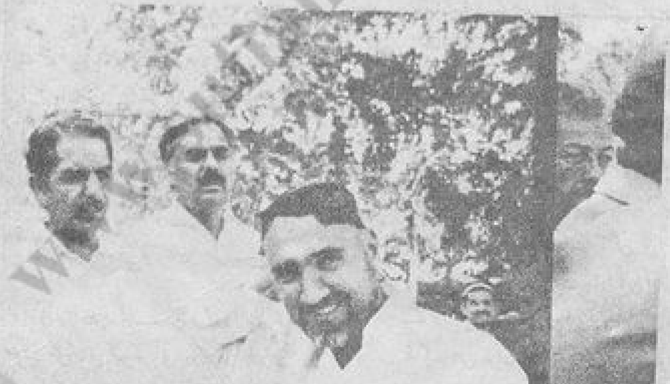
ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی انتقال کر گئے

ہفتہ ۷ دسمبر ۱۹۹۷ء کو دنیائے علم کا ایک روشن آفتاب ڈوب گیا۔ شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے صدر، انسٹیٹوٹ آف ہسٹاریکل ریسرچ کے ڈائریکٹر جنرل اور ریسرچ پروفیسر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہزاروں لاکھوں عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ دیا۔ اطلاعات کے مطابق ڈاکٹر صاحب چکوال کے علاقہ کھر کہار میں ایک قدیم قلعے کی عمارت دیکھنے گئے تھے کہ اچانک حرکت قلب بند ہونے کے باعث انتقال کر گئے۔ ان کی موت ایسی ناگہانی تھی کہ کسی قسم کی طبی امداد کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ ڈاکٹر صاحب کی عمر چھپن برس تھی اور وہ اپنی علمی سرگرمیوں میں جانفشانی سے مصروف تھے۔

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی نے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات اور تعلیمات سے جدید نسل کو بہرہ ور بنانے کی خاطر اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ انٹرنیشنل شاہ ہمدان ایسوسی ایشن کے بانی تھے اور وفات تک اس ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ اس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام مظفر آباد کشمیر، ختلان تاجیکستان اور سکردو بلتستان کے مقامات پر بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوئیں جن میں پاکستان، ہندوستان، ایران اور تاجیکستان کے سکالرز اور دانشوروں نے شرکت کی۔ ان کانفرنسوں کی بدولت ہمدانی شناسی ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ یاد رہے کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید جعفر بدخشی کے بعد ہمدانی شناسی کی تحریک کا از سر نو آغاز پاکستان میں ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی ڈاکٹر محمد ریاض اور ڈاکٹر سید اشرف ظفر کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ اخرالذکر کے علاوہ باقی دو سکالر ہمیں داغ مفارقت دے چکے ہیں جس کے باعث اس عظیم تحریک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے

ادارہ نوائے صوفیہ نے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کی جو روش اپنا رکھی ہے اس کے باعث آغا صاحب مرحوم نوائے صوفیہ کے پرزور حامی اور مؤید تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی حیات و تعلیمات کو عام کرنے کے لئے شاہ سید کانفرنس کا بھی انعقاد کیا جائے۔ ان کی وفات سے ادارہ نوائے صوفیہ ایک مخلص مددگار سے محروم ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آغا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کے عظیم مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔



آغا حسین ہمدانی مرحوم کولاب تاجیکستان میں منعقدہ شاہ ہمدان انٹرنیشنل کانفرنس کے موقع پر مزار شاہ ہمدان کے امام صاحب کو ٹوپی پہناتے ہوئے

تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک کا سالانہ اجلاس

مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۷ کو تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک کا سالانہ اجلاس صدر تنظیم سید حسین شاہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ ڈاکٹر نیاز علی صاحب ستارہ امتیاز مہمان خصوصی تھے۔ اس موقع پر صدر جلسہ نے عوام کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کرکے باشعور ہونے کا ثبوت دیا اور امید ظاہر کی کہ وہ آئندہ بھی مشکل حالات میں یکجہتی کا مظاہرہ کریں گے۔ حاجی محمد صادق نے کہا کہ عالم اسلام کے مختلف مکاتب فکر کے اتحاد واتفاق کا واحد ذریعہ صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات کو اپنانا ہے۔ یاد رہے کہ حاجی صادق ملک صاحب کی کوششوں سے مفتی محمد عبداللہ صاحب نے جمعہ کی نماز الگ الگ پڑھنے کی سابقہ روایت کو ختم کرکے عوام کو باہم شیر و شکر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر نیاز علی صاحب نے اس موقع پر کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہمیں آج اکٹھے ہو کر باہمی اخوت کو فروغ دینے کا موقع ملا۔ اجلاس میں تنظیمی امور کے بارے میں متفقہ طور پر اہم فیصلے بھی کئے گئے۔

حاجی محمد کھرفتی کو صدمہ

ماہنامہ نوائے صوفیہ ریاض کے سرگرم کارکن حاجی محمد کھرفتی مقیم ریاض کے والد گرامی مختصر علالت کے بعد کامرہ انک میں انتقال کر گئے۔ مرحوم نہایت نیک اور ملنسار تھے۔ ان کی رحلت پر حاجی غلام مہدی براہوی مقیم سعودی عرب اور علامہ محمد بشیر صاحب نے ان کے صاحبزادے حاجی محمد کھرفتی اور بھائی عبداللہ خان صدر انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے نام

تعزیتی پیغام میں مرحوم کی رحلت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ ادارہ نوائے صوفیہ بھی حاجی محمد کھرفتی اور جناب عبداللہ خان سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔

حاجی غلام مہدی براہوی سعودی عرب

تقریب یوم ولادت حضرت علیؑ و حضرت امیر کبیرؒ

مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۷ کو شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن سرمیک کے زیر اہتمام ایک پروقار مجلس بسلسلہ یوم ولادت حضرت علی علیہ السلام وشاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ صوفیہ نوربخشیہ سرمیک میں منعقد ہوئی جس کی صدارت مفتی محمد عبداللہ صاحب نے کی جبکہ مہمان خصوصی تصدق علی صاحب سٹیشن ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان سکردو تھے۔ سٹیج سکریٹری معروف شاعر احسان علی دانش تھے۔ اس موقع پر مولانا محمد ابراہیم فیضی، مولانا علی محمد ہادی، مولانا مراد علی نوری، مولانا مفتی محمد عبداللہ اور مولانا محسن علی اشراقی صاحب نے خطاب کیا اور مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے طلبا نے بھی شرکت کی مقررین نے تزکیہ نفس، اتحاد و اتفاق اور ذکر و استغفار جیسے موضوعات پر فکر انگیز تقریریں کیں۔

محمد باقر بدر سکریٹری نشرواشاعت

سانحہ ارتحال

کرگل سے آمدہ اطلاع کے مطابق انجمن صوفیہ نوربخشیہ ضلع کرگل کے صدر آغا سید حسین الموسوی مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات سے اہل صوفیہ نوربخشیہ لداخ ایک جید عالم دین سے محروم ہوگئے ہیں۔ مرحوم ایک عالم باعمل اور اہل نوربخشیہ کے محسن تھے۔ ان کی قیادت میں انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل نے دینی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں اہم کام کئے۔ امید ہے کہ انجمن کے نئے صدر صاحب آغا مرحوم کے مشن کی تکمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ مرحوم کے لواحقین اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

ادارہ

اظہار تعزیت

آل پاکستان مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ خپلو بلتستان کے جنرل سکریٹری حاجی محمد حسن صاحب نے اپنی طرف سے اور اراکین انجمن کی طرف سے انجمن صوفیہ نوربخشیہ ضلع کرگل کے صدر آغا سید حسین الموسوی صاحب کی وفات پر دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا یوم ولادت

۳ اگست ۱۹۹۷ کو حضرت علی علیہ السلام کا یوم ولادت ملک بھر میں مذہبی عقیدت واحترام سے منایا گیا۔اس سلسلے میں اسلام آباد کی مسجد صوفیہ نوربخشیہ میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔نعت خوانوں نے مولائے متقیان کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام مہدی صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی دینی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

اظہار تشکر

میرے والد صاحب کی رحلت پر اندرون ملک اور بیرون ملک سے سینکڑوں خطوط موصول ہوئے ہیں۔میں ان تمام خطوط کا فرداً فرداً جواب نہیں لکھ سکا لہذا نوائے صوفیہ کی وساطت سے تمام دوستوں اور بھائیوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

عبدالخالق شارجہ یو۔اے۔ای

خوشخبری

عراق و ایران کے مقامات مقدسہ کی زیارت کے خواہشمند خواتین و حضرات اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ مع ۱۸ عدد پاسپورٹ سائز تصاویر ہمراہ مبلغ ۳۵۰۰ روپے ویزا فیس کے ہمراہ مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل نمائندوں سے رجوع کریں۔

۱۔الرضا جنرل سٹور خپلو فون نمبر ۳۵

۲۔سیگو فوٹو اسٹیٹ خپلو فون نمبر ۴۲

۳۔صوبیدار غلام مہدی تھگس

محمد رضا بیگی خپلو

اپیل

مولانا غلام حسن حسنو نے اپنی والدہ مرحومہ کی برسی کے موقع پر ادا کی جانے والی رسومات پر اٹھنے والے کل اخراجات کا تخمینہ لگا کر رقم نوائے صوفیہ کے فنڈ میں جمع کر دی ہے۔مولانا صاحب نے قارئین نوائے صوفیہ سے درخواست کی ہے کہ وہ ان کی والدہ مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے فاتحہ اور درود شریف پڑھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔

نمائندہ نوائے صوفیہ خپلو بلتستان

نوائے صوفیہ کے لئے پیغام

ہم اس بات کا یقین محکم کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں کہ

نوائے صوفیہ نے احیائے تصوف کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے انتہائی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور صوفیہ نوربخشیہ کی صفوں میں بالخصوص اور عالم اسلام کے مکاتب فکر کے درمیان بالعموم اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے پرنسپل کی حیثیت سے بندہ اس بات کا بھی احساس کرتا ہے کہ نوائے صوفیہ نے مدرسہ شاہ ہمدان کے اساتذہ اور طلبہ کے مضامین کو جگہ دینے کے ساتھ ساتھ مدرسہ میں منعقد ہونے والی تقریبات کی روداد بھی شامل اشاعت کرنے میں کافی حد تک تعاون کیا ہے۔مسلک حقہ سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر نوائے صوفیہ کے مضامین و مندرجات کو پڑھیں۔بھارت میں مقیم تصوف کے پروانوں کو بھی نوائے صوفیہ کی وساطت سے سلام پیش ہے ہم مدرسہ شاہ ہمدان میں آپ کے ہاں سے طلبا کی آمد کے منتظر ہیں۔

محمد ابراہیم فیضی

فاضل عربی۔ایم۔اے

پرنسپل مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

مراسلات

اداریہ کا مراسلہ نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ہومیو ڈاکٹر م ع شاہد

۱۔ رسالے کا مستقل قاری ہوں۔ چند سوال ارسال ہیں جواب سے نوازیں۔

اقبال شاکر طالب علم سکردو

۲۔ نوائے صوفیہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ ایک مضمون ارسال کیا ہے شائع فرمائیں۔

اعجاز حیدر ہائی اسکول کھلو

۳۔ بدقسمتی سے آج تک نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار نہ بن سکا۔ اب مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں کیونکہ نوائے صوفیہ نے مردہ دلوں میں پھر سے جان ڈال دی ہے۔

شکور علی پیش امام کورو

۴۔ نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار اور قاری ہوں۔ رسالے میں جناب ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کے مضامین بہت پسند آئے جبکہ قبلہ علامہ صاحب کا مضمون آپ کے مسائل اور ان کا حل بھی بہت گراں قدر ہے۔

غلام مہدی سالک انٹر کالج خپلو

۵۔ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ رسالہ علاقے میں تبلیغ دین کا کردار بطریق احسن ادا کر رہا ہے۔ فقہی مسائل سے عوام الناس آگاہ ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے عظیم فکری انقلاب کی ہموار ہو رہی ہے۔

غلام حسن دانش شاہ ہمدان سکردو

۶۔ رسالہ باقاعدگی سے مل رہا ہے میں نے تین کاپیاں ارسال کرنے کی فرمائش کی تھی مگر صرف کاپی ملی۔ قبلہ علامہ صاحب کی تشریح فقہ جناب ڈاکٹر غازی صاحب کا تذکرہ و تفکر اور مولوی عبدالحمید صاحب کا القرآن رسالے کی شہ رگ کی مانند ہیں۔ ان حضرات سے گزارش ہے کہ اپنا اپنا سلسلہ مضامین جاری رکھیں۔

وادی شگر کے مرد مجاہد اخوند محمد رضا چند دن کی علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم انتہائی متقی شخص تھے۔

غلام حسن شگری زرعی بینک علی آباد

۷۔ میں نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ جناب علامہ بشیر صاحب اور جناب ڈاکٹر غازی صاحب کے مضامین پڑھ کر دل کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ نوائے صوفیہ کے لئے بغرض اشاعت بھیجے جانے والے مضامین کئی مہینے کی تاخیر سے شائع ہوتے ہیں جس سے مضمون نگار کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کے مکمل حالات زندگی شائع کرنے کا اہتمام کریں۔

ثناء اللہ براہوی لاہور

۸۔ اکتوبر میں رسالہ پڑھنے کو ملا۔ تمام مضامین خصوصاً فقہی مسائل بہت پسند آئے۔ اس کی وساطت سے تمام چھوٹے بڑے دینی مسائل سے روشناس ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کے بھائیوں کو سلام عرض ہے۔

ایم اقبال کوروی ڈگری کالج سکردو

۹۔ ناچیز نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہے اور یہ میرا پہلا خط ہے۔ نوائے صوفیہ اپنی منزل عروج کی طرف رواں دواں ہے۔ مولانا شکور علی انور اور ذاکر حسین ذاکر صاحب کے مضامین خاص طور پر قابل تعریف ہیں۔ رسالے کی بہتری کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

محمد یوسف ثاقب کراچی

۱۰۔ ماہ اکتوبر کے رسالے میں جناب احسان دانش صاحب کی نظم پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ نوربخشیہ میں بھی ایسے پائے کے شاعر اور ادیب موجود ہیں جن کے طفیل دین کی خدمت کا عظیم

فریضہ ادا ہو رہا ہے۔

محمد اقبال سرمیکی

۱۱۔ نوائے صوفیہ اللہ کے کرم سے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی مقبول ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ طلباء کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔ تمام نوربخشی بھائیوں سے بالخصوص اور اہل اسلام سے بالعموم اپیل کرتا ہوں کہ اس رسالے کے خریدار بنیں۔

ریاض حسین سرموی ڈگری کالج مظفرآباد

۱۲۔ اکتوبر کے شمارے کا بے چینی سے انتظار تھا جس کے ملنے کی خوشی ہے۔ میں اسی ماہ سے مستقل خریدار بنتا ہوں۔ لداخ کرگل اور سیہ کے تمام نوربخشی بھائیوں کو بہت سلام۔

لانس نائیک عبدالکریم آزاد کشمیر

۱۳۔ نوائے صوفیہ ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ تبلیغ دین کا ایک بھرپور مشن بھی ہے۔ ہمیں اپنے دین کی خدمت کے نقطہ نظر سے اس رسالے کا زیادہ سے زیادہ تعداد میں مستقل خریدار بننا چاہیئے

غلام علی نوری ہائی اسکول خپلو

۱۴۔ نوائے صوفیہ کی روحانی کشش کی وجہ سے اس کی طرف کھنچا چلا آیا ہوں۔ گو کہ تمام مضامین معیاری ہیں مگر لطائف و ظرائف کی اشاعت کا بھی اہتمام ہونا چاہیئے۔

مرزا محمد حسین شگر

۱۵۔ رسالہ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ یہ رسالہ ملت نوربخشیہ کے لئے انتہائی مفید اور معلوماتی ثابت ہو رہا ہے اور اس کی بدولت اولیائے کرام کے حالات زندگی سے ہم روشناس ہو رہے ہیں۔

محمد اقبال فرانو خپلو

۱۶۔ نوائے صوفیہ کا مطالعہ نہایت معلومات افزا ہے اس کے تمام کارکنوں کو مبارک باد دیتا ہوں۔

اخوند فدا علی کھرکوہ خپلو

۱۷۔ تنظیم شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ گون سرموں نے تنظیم ہذا کی نئی کابینہ کا انتخاب کیا ہے اس سلسلے میں جناب اخوند محمد دین صاحب کی زیر صدارت ایک تقریب کا انعقاد ہوا جس میں علماء کرام نے شاہ تنظیم کی کارکردگی کو سراہا اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

ریاض حسین جنرل سکریٹری
گون سرموں

۱۸۔ نوائے صوفیہ کے لئے دو عدد سوال نامے ارسال کئے تھے نہ چھپ سکے برائے مہربانی شائع کریں۔

جی ایم زاہد چھوربٹ

(جواب۔ آپ کے سوال نامے اگر مفید اور نوائے صوفیہ کی اشاعتی پالیسی سے ہم آہنگ ہوئے تو باری آنے پر ضرور چھپیں گے انتظار کیجئے۔)

۱۹۔ ادارہ نوائے صوفیہ کی ادارتی اور اشاعتی ٹیم کی ہمت اور کارکردگی سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ رسالہ اپنی مثال آپ ہے۔ علامہ بشیر صاحب اور ڈاکٹر غازی صاحب کے مضامین اس رسالے کی جان ہیں۔ جولائی سے خریدار ہوں مگر رسالہ نہیں مل رہا ہے۔

عبداللہ سب انجینئر سکردو

(جواب۔ رسالہ آپ کے دیئے ہوئے پتے پر مسلسل بھیجا جا رہا ہے۔ آپ قریبی ڈاکخانہ میں عدم وصولی کی شکایت کریں۔)

۲۰۔ سالانہ چندہ ارسال کر چکا ہوں مگر رسالہ نہیں آیا۔ ایک مضمون فضائل ذکر بھیجا تھا تصحیح کے ساتھ شائع کریں۔ نوائے صوفیہ کو بین الاقوامی معیار کا رسالہ بنانے پر ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

۲۱۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے کرگل، سیہ اور نوبرا میں مقیم اہل نوربخشیہ کو سلام عرض ہے۔

نائیک محمد تقی عاشقی ہلدی

۲۲۔ ہم نوجوانان این وائی ایف کورو فرول آپ کے انتہائی مشکور ہیں کہ آپ نے ہمارے لئے نوائے صوفیہ ارسال فرمایا۔ نوائے صوفیہ پاکستان سے باہر کی دنیا میں بھی مقبول ہے۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

سلمان علی فنانس سکریٹری

٢٣۔ نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ٣٣ نظر نواز ہوا بہت ہی عمدہ اور معیاری مضامین تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو روز بروز ترقی عطا فرمائے۔

مہدی علی شگری

٢٤۔ نوائے صوفیہ پڑھنے کو ملا از حد خوشی ہوئی۔ اس رسالے کی وجہ سے ملک کے اندر اور باہر مذہب حقہ کی تشہیر ہو گئی ہے۔ یہ ایک عام فہم اور ہر دلعزیز ماہنامہ ہے۔

عبدالکریم چھوار چھوربٹ

٢٥۔ نوائے صوفیہ کی دینی اشاعتی کاوشیں اب تعریف کی محتاج نہیں رہیں یہ وہ واحد رسالہ ہے جو قارئین کو مستفید کر رہا ہے۔ نوائے صوفیہ نہ صرف بلتستان بلکہ پوری دنیا میں مسلک نوربخشیہ کو عروج دوام بخشنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

فدا حسین تقدوم کوروفرول

٢٦۔ پہلے میں نوائے صوفیہ سے متنفر تھا مگر آہستہ آہستہ اس کا مطالعہ کرنے میں مزہ آنے لگا اور اسے بہت دلچسپ اور سبق آموز پایا اب میں اس کا شیدائی ہوں اور اس کے وسیلے سے مذہب حقہ کی حقیقت سمجھنے پر قادر ہوں۔

غلام رسول دلشاد مچلوی

٢٥۔ نوائے صوفیہ کے لئے ایک نظم ارسال ہے شامل کریں تو مہربانی ہوگی۔ حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نوراللہ مرقدہ کی شان میں نظمیں تیار ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ کسی شمارے کے لئے ارسال کروں گا۔

احسان علی دانش سکردو

(جناب دانش صاحب۔ ہم آپ کی نظموں کے منتظر ہیں۔ نوائے صوفیہ کے لئے اردو میں لکھنے کی کوشش کیجئے تاکہ بلتی زبان سے ناواقف حضرات بھی آپ کی شاعری سے مستفید ہو سکیں۔)

٢٦۔ نوائے صوفیہ کا ستمبر کا شمارہ پڑھا جس میں ہمارے ان عزیز رشتہ داروں کے نام بھی شامل تھے جن کا تعلق لداخ سے ہے۔

علی ماجنپہ سرموی

٢٧۔ آپ کو رسالہ جاری رکھنے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ تین خطوط لکھے مگر جواب سے محروم رہا۔

جعفر علی غلام نبی بشارت حسن

٢٨۔ نوائے صوفیہ کے کئی شمارے پڑھنے کا اتفاق ہوا اور علامہ صاحب کا مضمون "آپ کے مسائل اور ان کا حل" نظر سے گزرا اور انتہائی خوشی ہوئی۔ نوائے صوفیہ وہ واحد رسالہ ہے جو صوفیہ نوربخشیہ کے تعلیم یافتہ حضرات کو دینی مسائل اور معلومات سے بہرہ مند بنانے میں مصروف ہے۔

عبدالرحمان حسرت بلغاری سکردو

٢٩۔ بعد مدت بسیار حاضر ہو رہا ہوں۔ نوائے صوفیہ باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ پروف ریڈنگ اور ترتیب مضامین پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔ آپ جس محنت شاقہ سے کام کر رہے ہیں بلاشبہ قابل صد ستائش ہے اور ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ تحریک تصوف کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ اسلام کی تہذیب و ثقافت کو سائنسی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ آپ کے کام سے نوربخشی اہل قلم کی قدر افزائی ہوتی ہے۔ امید ہے کہ آپ سائنس کی جو اسلامی فکر کی اساس ہے اہمیت دیں گے اور نئی نسل کو اسلامی تعلیمات جدید سائنسی مفہوم میں بہم پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

سجاد حسین بلغاری مظفرآباد

٣٠۔ اس سے قبل دو تین خط لکھے تھے مگر انتظار کی گھڑیاں ہنوز گن رہا ہوں اور دل کی بیقراریاں بڑھ رہی ہیں۔ امید ہے آپ ہمارے خلوص کو نہیں ٹھکرائیں گے۔ چند اقوال زرین برائے اشاعت ارسال ہیں۔

حوالدار غلام حسن نوری کوروی گلتری

٣١۔ نوائے صوفیہ کے لئے پہلی بار ایک مضمون بھیج رہا ہوں امید ہے کہ شائع کریں گے۔

شجاعت علی حیدری کوٹلی